ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
28
www.tanzeem.org
23 تا 29 شوال المکرم 1438ھ/18 تا 24 جولائی 2017ء

اس شمارے میں

کشمیر کہانی

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْب

مطالعۂ کلامِ اقبال

شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت

پروانوں کی نادانی!

کشمیر کا پاکستان سے رشتہ کیا؟

بیماری کی صورت میں سنت اعمال

بار بار حج کرنے والوں کے نام

بدترین اجتماعی نظام

عوام جس بدترین اجتماعی نظام کے بوجھ تلے کراہ رہے ہیں، یہ نظام باقی اور قائم رہنے کے قابل نہیں ہے کیونکہ یہ خلافِ فطرت ہے۔ جو لوگ آج اس انوکھے نظام کو سنبھالے ہوئے ہیں اور اسے سہارے دے دے کر کھڑا کرنا چاہتے ہیں، چاہے وہ استحصالی ہوں جو صالح معاشرہ قائم کرنے اور اُسے بچانے کی تکالیف اور ضروری مشقتوں میں حصہ دار نہیں بننا چاہتے، اور چاہے وہ سرکش اور جابر انسان ہوں جن پر یہ صدمہ نہایت شاق گزرتا ہے کہ عدالت (نظامِ عدل) اپنی صحیح روش پر چل پڑی تو اُنہیں اس کھوٹے اقتدار سے محروم کر دے گی جو کسی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ اور چاہے وہ سرمایہ دار ہوں جو حرام سرمائے پر اکڑ رہے ہیں اور اس میں راہِ اعتدال پر چلنے کی طاقت نہیں پاتے۔ یا پیشہ ور دینداروں کا وہ ٹولہ جو اپنے آپ کو چند کھوٹے سکوں کی خاطر فروخت کر چکا ہے۔ یہ سب لوگ وہ کام کرنا چاہتے ہیں جس کی ان میں طاقت نہیں کیونکہ یہ فطرت کے خلاف عمل میں مصروف ہیں۔ یہ اپنے آپ کو خود تباہی میں ڈال رہے ہیں کیونکہ فرصت کے وقت کے قیمتی لمحات کو ضائع کر رہے ہیں۔ کاش ایسا ہوتا کہ جب بربادی آتی تو یہ اکیلے ہی برباد ہوتے، لیکن دکھ تو اس بات کا ہے کہ جب یہ برباد ہوں گے تو اپنے ساتھ بدقسمت ملک کو بھی لے ڈوبیں گے۔ ابھی وقت باقی ہے کہ اہلِ وطن ان کے ہاتھ پکڑ لیں، قبل اس کے کہ جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والا یہ سچا وعدہ ثابت ہو جائے!''اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہیں تو اس کے بہرہ وروں کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ پھر وہ اس میں اُدھم مچا دیتے ہیں، تو اللہ کا وعدہ اس بستی کے خلاف ثابت ہو جاتا ہے۔ اور ہم اسے تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔''

سید قطب شہیدؒ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صدیقیت کا تذکرہ

سُوْرَۃُ مَرْیَم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت :41

وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ؕ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ﴿۴۱﴾

آیت ۴۱ ﴿وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ؕ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ﴿۴۱﴾﴾ ’’اور تذکرہ کیجیے اس کتاب میں ابراہیم کا۔ یقیناً وہ صِدّیق نبی تھے۔‘‘

صدیق کے معنی ہیں: ’’بہت زیادہ سچ کہنے والا‘‘ جو اپنی بات کو عمل سے سچا کر دکھائے۔ جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچے بلاتوقف اس کے دل میں اتر جائے۔ شک وتردد کی گنجائش ہی نہ رہے۔

صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ایک نئی ترکیب ہے‘ جو قرآن حکیم میں یہاں پہلی مرتبہ آئی ہے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور آیت ۵۶ میں حضرت ادریس علیہ السلام کو صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا فرمایا گیا ہے۔ جبکہ آیات ۵۱ اور ۵۴ میں بالترتیب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو رَسُوۡلًا نَّبِیًّا کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ گویا یہ دو الگ الگ تراکیب ہیں۔

ان دو تراکیب کو سمجھنے کے لیے سورۃ الفاتحہ میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں: ﴿اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ﴾ ’’اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا‘ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا‘‘۔ اور پھر سورۃ النساء کی آیت 69 میں ان لوگوں کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے: اس آیت میں ان لوگوں کے چار درجات بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے اوپر انبیاء کا درجہ ہے‘ پھر صدیقین کا‘ پھر شہداء کا اور نیچے base line پر صالحین ہیں‘ یعنی نیک دل‘ مخلص مسلمان جو صادق القول اور صادق الایمان ہیں۔ درجہ صدیقیت کسی بھی انسان کے لیے روحانی ترقی کے مدارج میں بلند ترین درجہ ہے‘ کیونکہ اس کے اوپر نبوت کا درجہ ہے‘ جو اکتسابی نہیں‘ سراسر وہبی ہے اور اب وہ دروازہ نوعِ انسانی کے لیے مستقل طور پر بند ہو چکا ہے۔

انسانی مزاج کا فرق انبیاء کی شخصیات میں بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت ادریس علیہما السلام کی شخصیات صدیقیت کے ساتھ مناسبت رکھتی تھیں‘ اس لیے وہ صدیق نبی قرار پائے‘ جبکہ حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی شخصیات شہداء جیسی تھیں‘ چنانچہ وہ رسول نبی کہلائے۔ اس سلسلے میں یہ نکتہ بھی مدنظر رہنا چاہیے کہ رسالت اور شہادت کے الفاظ کی آپس میں خصوصی مناسبت ہے۔ ہر رسول کو اپنی قوم کی طرف شاہد بنا کر بھیجا گیا۔ کارِ رسالت یعنی دعوت وتبلیغ اور اتمامِ حجت میں عمل کا پہلو غالب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا: ﴿یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ﴿ۙ۴۵﴾﴾ ’’اے نبی! بلاشبہ ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خبردار کرنے والا‘‘۔ اس ساری وضاحت کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ مذکورہ آیات میں شہداء کا مزاج رکھنے والے انبیاء کو رَسُوۡلًا نَّبِیًّا اور صدیقیت کے مزاج کے حامل انبیاء کو صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے۔

فرمان نبوی

کون سا صدقہ ثواب میں بڑھ کر ہے؟

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجُلٌ ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ ، تَخْشَى الْفَقْرَ، وَتَأْمُلُ الْغِنٰى، وَلَا تُمْهِلَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ)) قُلْتَ: ((لِفُلَانٍ كَذَا ، وَلِفُلَانٍ كَذَا ، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ)) (رواہ ابوداوٗد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ ثواب میں زیادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ’’تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست اور مال کو جمع رکھنے کا خواہش مند ہو، تجھے محتاجی سے ڈر لگتا ہو اور تو امیری کا آرزومند ہو۔ نیز صدقہ دینے میں دیر نہ کر، یہاں تک کہ جب (روح) حلق کے قریب پہنچ جائے تب تو وصیت کرے کہ فلاں کے لیے اتنا مال ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے جب کہ مال فلاں کا ہو چکا ہے۔‘‘

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 شوال 1438ھ — جلد 26
18 تا 24 جولائی 2017ء — شمارہ 28

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور- 54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور- 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا--------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشمیر کہانی

برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثریتی عوام کا مذہب اور سیاست سے تعلق عملی سے زیادہ جذباتی رہا ہے۔ مثال کے طور پر اگرچہ اُنیسویں صدی کے وسط تک وہ سمندر پار قوتوں سے ذہنی طور پر شکست تسلیم کر چکے تھے اور غلامی کا قلادہ پہننے کے لیے گردن جھکا چکے تھے، لیکن اس خبر یا افواہ نے کہ انگریز اسلحہ بارود کے استعمال میں سور کی چربی استعمال کرتا ہے، جذبات کو بُری طرح بھڑکا دیا اور مسلمان لڑنے مرنے پر تیار ہو گیا۔ چنانچہ 1857ء میں انگریز کے ساتھ گھمسان کا رن پڑا جسے انگریز ''غدر'' اور ہم جنگ آزادی کہتے ہیں۔ علامہ اقبال مسلمانوں کے اس طرزِ عمل یا رجحان سے بخوبی واقف تھے۔ اسی لیے جب قائداعظم ہندوستان کی آزادی کے حوالے سے مسلمانانِ برصغیر کے طرزِ عمل سے مایوس ہو کر انگلستان واپس چلے گئے تھے تو علامہ نے لندن جا کر قائداعظم کو یہ نکتہ سمجھایا کہ وہ آزادی کی تحریک میں ترجیح اوّل مذہب کو دیں۔ سیاسی زبان میں آزادی کی تحریک کو مذہب کا ٹیکہ لگائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمان کو غربت، معاشی ظلم اور دوسری محرومیاں اتنا متحرک نہ کر سکیں جتنا یہ تصور کہ مسلمان ہر لحاظ سے ایک الگ قوم ہے۔ صدیوں اکٹھا رہنے کے باوجود ہندو اور مسلم معاشرت ایک دوسرے کے قریب نہ آ سکی۔ ہمارا لباس ایک جیسا نہ ہو سکا، یہاں تک کہ دیوار بر دیوار رہائش پذیر ہونے کے باوجود ہندو اور مسلمان کا خور و نوش کا معاملہ الگ تھلگ رہا۔ وہ گائے کو پوجتے تھے مسلمان اُن کے خدا کو کھا جاتے تھے۔ جب مسلمانوں کے سامنے اس فرق کو اُجاگر کیا گیا۔ جب مسلم لیگ نے یہ نعرہ لگایا کہ ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' تو ایک بات واضح ہو گئی کہ مسلمان صرف انگریز سے آزادی نہیں بلکہ ایک الگ اسلامی ریاست بھی چاہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس نعرے ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' نے معجزہ رونما کر دیا۔ زمینی حقائق کو شکست فاش ہوئی۔ انگریز کی حاکمانہ قوت اور ہندو کی اکثریت، اُس کے مادی وسائل کی برتری، گاندھی کی چالاکیاں اور عیاریاں سب کچھ مسلمانوں کے جذباتی طرزِ عمل کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوا اور پاکستان گاندھی کی زندہ لاش کو روندتا ہوا معرضِ وجود میں آ گیا۔ یہ جذباتیت کا مثبت پہلو تھا لیکن جذبات کے ساتھ اچھی حکمت عملی اور دور بینی کے ساتھ انفرادی و اجتماعی دانش کا بھرپور استعمال سونے پر سہاگے کا کام دیتا ہے۔ شاید اس حوالہ سے کچھ کمی رہی جس کی وجہ سے تقسیم کے وقت انگریز اور ہندو بعض ڈنڈیاں مارنے میں کامیاب ہو گئے۔

مثلاً مسلم لیگ نے یہ احمقانہ مطالبہ کر دیا کہ ریاستوں کے بارے میں عوامی اکثریت کی بجائے والیان ریاست یہ فیصلہ کریں گے کہ اُن کی ریاست پاکستان کا حصہ بنے گی یا ہندوستان کا حصہ بنے گی۔ شاید ہماری نگاہیں حیدر آباد دکن کی امیر کبیر ریاست کی دولت پر لگی ہوئی تھیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حیدر آباد دکن کی ریاست پاکستان کا حصہ بن گئی۔ لیکن کشمیر جنت نظیر جیسی ریاست ہمارے ہاتھ سے جاتی رہی۔ بعد ازاں ریاست حیدر آباد دکن جو چاروں طرف سے بھارت میں گھری ہوئی تھی، بھارت نے بزور بازو

ہم سے چھین لی۔

بہر حال طے شدہ فارمولا کے مطابق ہمیں وہ تمام علاقے نہ مل سکے یعنی پاکستان کا حصہ نہ بن سکے جو پاکستان کا حق تھے۔ ریاست کشمیر کے راجہ نے بھارت کے ساتھ الحاق نہیں کیا اور یہ بھارت کی جعلسازی تھی۔ ہوسکتا ہے یہ درست ہو۔ لیکن اگر مسلم لیگ تمام ہندوستان کی طرح اُن ریاستوں میں بھی جنہیں انگریز راجاؤں کے ذریعے کنٹرول کرتا تھا۔ وہاں بھی عوام کی اکثریت کو فیصلہ کرنے کا حق دینے کی حمایت کرتی تو کشمیر کے حوالے سے ہندو ڈنڈی نہ مار سکتا۔ بات اصولی ہونی چاہیے تھی چاہے ظاہراً مالی لحاظ سے ہمیں نقصان ہی کیوں نہ ہوتا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بھارت نے ہمیں حیدر آباد دکن کی دولت میں سے چند سونے کی اینٹوں کے سوا کچھ حاصل نہ کرنے دیا۔ جبکہ بھارت کشمیر پر قبضہ کی وجہ سے ہمیں اربوں ڈالر کا نقصان پانی کا قحط پیدا کر کے دے رہا ہے۔ یعنی جو دنیوی لالچ کی تھی وہ بھی الٹ پڑ گئی پھر یہ کہ آج مقبوضہ کشمیر کے ہمارے مسلمان بھائیوں کو ہندوؤں کے ظلم وستم کا نشانہ نہ بننا پڑتا ہے۔

کشمیر کو قائداعظم نے پاکستان کی شہ رگ قرار دے دیا۔ اور اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے بھارتی فوجوں کے کشمیر میں داخل ہونے پر پاکستانی فوج کے انگریز کمانڈر انچیف جنرل ڈگلس گریسی کو کشمیر پر حملہ کرنے کا حکم بھی دیا لیکن اُس نے قائداعظم کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اُس وقت اُن قبائلیوں نے جنہیں مشرف نے امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بن کر مار مار کر ادھ موا کر دیا ہے، وہ آگے بڑھے اور برستی گولیوں میں بھارتی فوج کی صفوں کو چیرتے ہوئے کشمیر کے کچھ حصے کو آزاد کروالیا۔ جسے آج ہم آزاد کشمیر کہتے ہیں۔ یہ قبائلی جموں کو بھارتی تسلط سے آزاد کرانا چاہتے تھے کہ ہم بھارت اور سفید سامراج کے ہاتھوں ڈسے گئے۔ بھارت اقوام متحدہ جا پہنچا اور کشمیر میں استصواب رائے کا وعدہ کر کے جنگ بندی کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ حالانکہ صدیوں ہندو بنیے کے ساتھ رہتے ہوئے ہم اس کی ذہنیت جانتے تھے کہ مشکل میں پاؤں پڑنا اور مصیبت سے نکل کر تُو کون اور میں کون کہنا، یعنی مُکر جانا اُس کی سرشت میں شامل ہے۔ اس کے باوجود ہم نے قبائلیوں کو جنگ بندی کا کہہ دیا۔ جونہی بھارت سنبھلا، اُدھر پاکستان میں اوپر تلے حکومتیں بدلنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ یعنی سیاسی عدم استحکام پیدا ہوا بھارت نے کشمیر میں رائے شماری کرانے سے صاف انکار کر دیا۔

ناظم الدین سے لے کر فیروز خان نون تک ہمارے وزرائے اعظم قوم کو یہ جھوٹی تسلیاں دیتے رہے کہ کشمیر ہمارے لیے زندگی موت کا مسئلہ ہے، ہم ہر قیمت پر کشمیر حاصل کریں گے۔ لیکن عملاً کچھ نہ کیا۔ پھر پاکستان میں پہلا مارشل لاء آیا۔ ظاہری طور پر استحکام پیدا ہو گیا۔ 1962ء میں ہندوستان اور چین کے درمیان سرحدی جھڑپیں ہوئیں۔ بھارت نے اس خوف سے کہ اگر یہ جھڑپیں مکمل جنگ میں بدل گئیں تو کہیں بھارت اپنے بہت سے علاقوں سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے کشمیر سے اپنی افواج نکال لیں۔ چین نے راتوں رات پاکستان کو یہ پیغام بھیجا کہ سنہری موقع ہے کشمیر میں اپنی فوجیں داخل کر دو تمہیں واک اوور مل جائے گا اُس وقت پاکستان میں ایک فوجی حکمران راج کر رہا تھا جس نے بعد میں اپنے نام کے ساتھ فیلڈ مارشل لگا لیا لیکن وہ عقل کا اندھا ثابت ہوا اور امریکہ کی اس یقین دہانی پر اعتماد کر بیٹھا کہ بھارت چین جھڑپوں کے خاتمے امریکہ پاکستان کو پُر امن طریقے سے مذاکرات کے ذریعے کشمیر دلا دے گا۔ ہم کشمیر کے حوالے سے پھر اُسی سوراخ سے ڈسے گئے۔

1964ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان رن کچھ کے میدان میں محدود جنگ ہوئی۔ پاکستان نے بھارتی فوج کے ایک ڈویژن کو گھیر لیا۔ یہ موقع تھا کہ بھارت سے شرائط منوائی جا سکتیں تھی۔ ہم نے پھر میز پر بازی ہار دی۔ لیکن پھر جھنجلا کر 1965ء میں ہم نے بغیر کسی منصوبہ بندی کے کشمیر میں کمانڈوز داخل کر دیئے۔ جنہیں کشمیریوں کا تعاون نہ ملا۔ علاوہ ازیں پاکستان کے فوجی حکمران نے یہ بھی طے نہ کیا کہ اگر اس کے نتیجہ میں بھارت کھلی جنگ چھیڑ دے تو ہماری سٹرٹیجی کیا ہوگی، وہی ہوا۔ ہم نے شروع میں کشمیر میں بڑی کامیابیاں حاصل کیں لیکن جب بھارت نے لاہور پر حملہ کر دیا تو کشمیر میں ہماری پیش رفت رک گئی۔

1971ء کی جنگ میں بھارت کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست ہوئی، پاکستان دولخت ہو گیا۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش میں تبدیل ہو گیا۔ کشمیریوں کے لیے یہ ایک بہت بڑا دھچکا تھا۔ اس لیے کہ جو پاکستان اپنی حفاظت نہیں کر سکا وہ بھارت کے خلاف کشمیریوں کی کیا مدد کر سکے گا۔ ایک بات واضح رہنا چاہیے کہ ہماری ہر حکومت کشمیر کی اہمیت سمجھتی تھی اور یہ بات بھی تھی کہ ہمارا ہر حکمران سمجھتا تھا اور شاید صحیح سمجھتا تھا کہ اگر اُس کے دور میں کشمیر آزاد ہو جائے تو اقتدار طویل عرصہ کے لیے اُس کا مقدر بن جائے گا لہٰذا کسی نہ کسی انداز کی چھیڑ چھاڑ جاری رکھی جاتی۔ لیکن بغیر منصوبہ بندی کے جس کی ایک مثال کارگل کی جنگ بھی ہے۔ جس میں ابتدائی کامیابی کے بعد ایسی ہزیمت اٹھانی پڑی کہ امریکہ کے آگے ہاتھ پاؤں جوڑ کر اس جنگ سے نجات حاصل کی۔ نائن الیون کے بعد جب ہم نے حماقت عظمیٰ کا ارتکاب کیا اور دوسروں کی جنگ خود اپنے آنگن میں گھسیٹ لائے۔ تو امریکہ اس بہانے شمال مغرب میں ہماری بغل میں آ بیٹھا پھر بھارت نے امریکہ کے ساتھ مل کر ہمیں بلیک میل کرنا شروع کر دیا اور وہ مشرف جو کشمیر کے حوالے سے بڑھکیں مارتا تھا اس نے اپنے ایک عوامی خطاب میں ایسی گفتگو کی جس کا آسانی سے یہ مطلب اخذ کیا جا سکتا تھا کہ ہم باز آئے کشمیر سے، آئندہ ہم کشمیر کا نام نہیں لیں گے۔ اُدھر کشمیری ایک عرصہ سے گوریلا جنگ کو آزادی (باقی صفحہ 14 پر)

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ

سُورۃُ الحج کے آخری رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 7 جولائی 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! بلاشبہ قرآن ایک بڑی مقدس کتاب بھی ہے لیکن اصلاً یہ ہماری راہنمائی کے لیے نازل ہوئی۔ جس امتحان میں ہم ڈالے گئے ہیں وہ بڑا سخت اور گھمبیر ہے۔ جس کی ناکامی اتنی ہولناک ہے کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اگر کامیابی حاصل ہوجائے تو وہ ایسی کامیابی ہے جس کا انسان دنیا میں رہ کر تصور کر ہی نہیں سکتا۔ مگر اس عظیم کامیابی کے لیے ہمیں راہنمائی چاہیے اور راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صورت میں جامع ترین کتاب ہمیں عطا کردی ہے جو شروع سے لے کر آخر تک سراپا ہدایت ہے لیکن انسانوں کی آسانی کے لیے اس کا خلاصہ بھی قرآن میں کئی مقامات پر دیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ العصر، جس کی کل تین آیات میں قرآن کا پورا پیغام موجود ہے۔ صحابہ کرامؓ جب آپس میں ملتے تھے تو اس وقت تک جدا نہیں ہوتے تھے جب تک سورۃ العصر ایک دوسرے کو سنا نہ لیں۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کا پیغام ہدایت ذہنوں میں ہر وقت تازہ رہے۔ قرآن کے انہی خلاصوں میں سے ایک خلاصہ سورۃ الحج کے آخری رکوع میں بھی بیان ہوا ہے۔ سورۃ الحج اپنے مزاج اور موضوعات کے اعتبار سے مکی ہے۔ چنانچہ اس میں ایک طرف تو مشرکین کو جو دعوت دی جاتی رہی ہے اس کا خلاصہ بھی اور جو مسلمانوں کو ہدایت دی جا رہی ہے اس کا خلاصہ بھی اسی آخری رکوع میں موجود ہے۔ یہ اس آخری رکوع کا ایک خاص معاملہ ہے۔ پہلے حصے میں مشرکین سے خطاب ہے، پھر مسلمانوں سے اور آخر میں پوری نوعِ انسانی سے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ﴾

(آیت:73) ”اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے‘ پس اسے ذرا توجہ سے سنو!“

قرآن کریم چونکہ ایک معجزہ ہے اور یہ اس کا ایک خاص اعجاز ہے کہ اس کی زبان اتنی سادہ ہے کہ ایک عام دیہاتی اور ان پڑھ انسان بھی اصل پیغام کو اخذ کرسکتا ہے اور ایک intellectual انسان کو جس قدر گہرے، عمیق اور پیچیدہ علمی مسائل میں راہنمائی کی ضرورت ہوسکتی ہے اتنے ہی بلند پایہ علمی مباحث بھی ہیں۔ بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سمجھنے کے لحاظ سے قرآن کے دو لیول ہیں۔ ایک تذکر اور دوسرا تدبر۔ تذکر کے لحاظ سے قرآن جتنا آسان ہے تدبر کے لحاظ سے اتنا ہی مشکل

مرتب: ابو ابراھیم

بھی ہے۔ یعنی زندگی کے امتحان میں کامیابی کے لیے جس قدر ہدایت و راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے وہ ایک عام انسان بھی قرآن کو پڑھ کر آسانی سے حاصل کرسکتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴿۱۷﴾﴾

(القمر:) ”اور ہم نے قرآن کو آسان کردیا ہے نصیحت اخذ کرنے کے لیے‘ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا!“

جبکہ دوسری طرف اسی قرآن میں جو علمی گتھیاں سلجھائی گئی ہیں اور جو مباحث اس کے بین السطور موجود ہیں ان کے لحاظ سے قرآن علم کا ایک ایسا گہرا سمندر ہے جس کی تہہ تک پہنچنا انتہائی مشکل بھی ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں ((ولا تنقضی عجائبه)) ”قرآن کے عجائب کسی دور میں ختم نہیں ہوں گے“۔ علماء ساری زندگی اس کی تفسیر میں اپنا مغز کھپاتے رہیں۔ تب بھی انھیں احساس ہو گا کہ ابھی تو ہم بالکل ابتدا میں کھڑے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ چنانچہ یہاں مشرکین کو نہایت ہی سادہ مثال سے سمجھایا جارہا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”یقیناً (تمہارے وہ معبود) جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو“

یعنی جن کو حاجت روائی کے لیے پکارتے ہو، جن کے نام کی نذر نیاز دیتے ہو اور چڑھاوے چڑھاتے ہو۔

﴿لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ﴾ ”ایک مکھی بھی تخلیق نہیں کرسکتے اگرچہ وہ سب اس کے لیے اکٹھے ہوجائیں۔“

اصلاً یہ خطاب مشرکین مکہ سے ہے لیکن اس میں تمام مشرکین کے لیے غور و فکر کی دعوت ہے کہ وہ رب جس نے اس پوری کائنات کو بنایا اس کو چھوڑ کر تم جن جن سے بھی حاجت روائی کی توقع رکھتے ہو وہ سارے بھی مل کر اگر زور لگا لیں تو ایک حقیر سی چیز یعنی مکھی تک نہیں بنا سکتے۔ بنانا تو دور کی بات بلکہ:

﴿وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ﴾

”اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو یہ اس سے وہ چیز چھڑا نہیں سکتے۔“

یہ عام مشاہدے کی بات ہے جس سے کوئی انسان انکار کر ہی نہیں سکتا۔ اتنے سادہ، عام فہم اور دلنشین انداز میں قرآن سمجھا رہا ہے کہ جس سے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے مگر جو لوگ نہیں سمجھتے ان کے بارے میں قرآن کا آگے جو تبصرہ ہے اس میں حکمت کے سمندر موجود ہیں۔

﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾﴾ ”کس قدر کمزور ہے طالب بھی اور مطلوب بھی!“

یہاں مطلوب سے مراد وہی معبودانِ باطل ہیں جن

سے حاجت روائی کی توقع رکھی جاتی ہے۔ لیکن جب مطلوب کی بے بسی و بے چارگی کا یہ عالم ہے کہ ایک مکھی جیسی حقیر ترین چیز پر ان کا کنٹرول نہیں ہے تو ان کے طالب کی ذہنی پستی اور فکری زوال کا کیا عالم ہوگا جو انہیں پکارتا اور ان سے مانگتا ہے۔ بظاہر تو اس آیت کا اتنا ہی مفہوم ہے لیکن جب اس کی گہرائیوں میں جائیں تو حکمت و دانش کے سمندر سموئے ہوئے ملیں گے۔ چنانچہ قرآن کا یہی خاص اعجاز ہے کہ یہ عام فہم بھی ہے اور بڑے سے بڑے فلسفی اور محقق کے لیے بھی اس میں ہر لحاظ سے ہدایت و راہنمائی موجود ہے۔ جیسے علامہ اقبالؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے تصور خودی کہاں سے لیا؟ پوچھنے والے کے ذہن میں تھا کہ وہ نطشے یا کسی اور مغربی فلسفی کا حوالہ دیں گے لیکن علامہ نے کہا کہ قرآن مجید لاؤ، 28واں پارہ کھولو اور سورۃ الحشر کی انیسویں آیت کا مطالعہ کرو۔

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ط﴾ ”اور (اے مسلمانو دیکھنا!) تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا“ (الحشر: 19)

ایک عام آدمی کے لیے اس کا مفہوم بالکل سیدھا سادھا سا ہے کہ جو شخص اللہ کو بھلا دے گا تو اللہ اس کو اپنے آپ سے ہی غافل کر دے گا۔ لیکن علامہ اقبال نے اسی آیت سے تصور خودی برآمد کر لیا جو یہ ہے کہ انسان اپنے اصل مقام و مرتبے کو پہچانے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کتنا عظیم منصب اور مقام دے کر اسے اشرف المخلوقات بنایا تھا لیکن آج کا انسان خود کو بندروں سے جوڑ رہا ہے اور اپنے لیے راہنمائی بھی حیوانات سے لے رہا ہے۔ مسلمانوں نے جب تک اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو وہ دنیا کی سپر طاقت بنے رہے لیکن جب اللہ کی یاد سے غافل ہو گئے تو اپنی پہچان ہی بھول گئے۔

اسی طرح ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ کی تشریح جب ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم نے کی جو علامہ اقبال کی فکر کو لے کر چلنے والے تھے تو بہت ہی خوبصورت باتیں سامنے آئیں۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مطلوب یا آئیڈیل ہوتا ہے یا وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنا کوئی نہ کوئی مقصد حیات معین کرتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے شعور دیا ہے۔ حیوانوں اور انسانوں میں اصل فرق ہی یہی ہے۔ لیکن آج ہم میں سے اکثر لوگ بالکل بے شعوری میں اپنا ایک مقصد حیات بنائے ہوئے ہیں کہ دنیا میں ہمیں زیادہ سے زیادہ کامیابیاں اور pleasures ملیں، دنیا کی آسائشوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ ان کی ساری بھاگ دوڑ کا رخ اسی طرف ہے۔ چنانچہ جس شخص کا مطلوب، جس کا مقصد حیات جتنا نیچا ہوگا تو اس کی شخصیت بھی اتنی پست ہوگی۔ اب جس شخص نے حیوانوں کی طرح نفسانی خواہشات کی تکمیل کو ہی زندگی کا مقصد بنا لیا ہو تو اس کی ذہنیت کتنی پست ہوگی۔ جیسے قرآن تشخیص کرتا ہے کہ:

﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط﴾ (الفرقان:43)

”کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟“

اس پر صحابہؓ پریشان ہوئے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: ”جس کے لیے اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنا سب سے مقدم ہے“۔ گویا اس نے اپنی خواہشات کو معبود کا درجہ دے رکھا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث کے الفاظ ہیں: ((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، وَالدِّرْهَمِ)) ہلاک ہو جائے درہم و دینار کا بندہ“۔ اب جنہوں نے اپنی خواہشات کو ہی معبود بنا رکھا یا جنہوں نے دولت کو ہی مقصود بنا رکھا ہے ان کی شخصیت کیسی ہوگی؟ ایسا شخص کتنا خود غرض، بخیل، بے رحم اور پست ذہنیت کا حامل ہوگا۔ جیسے آج ہمارے اوپر مسلط لوگ ہیں کہ ذاتی مفاد ہی ان کا الٰہ ہے جس کے لیے قوم، ریاست اور مذہب تک کے مفاد کا سودا کر رہے ہیں۔ آج انسانوں کی عظیم اکثریت خواہشات نفس ہی کی غلام ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ لیکن اس سے بڑھ کر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسانیت کے لیے کام کر رہے ہوتے ہیں، خدمت خلق کو انہوں نے اپنا ٹارگٹ بنایا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ کردار، اخلاق، ذہنیت اور شخصیت کے لحاظ سے ان کا لیول ذرا اونچا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ کسی ایسی آئیڈیالوجی کے لیے جدوجہد

پریس ریلیز 14 جولائی 2017ء

کشمیر میں تحریک آزادی کی کامیابی پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام سے مشروط ہے۔

”پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ“ کے نعرہ نے کشمیریوں میں آزادی کے لیے جوش و خروش میں زبردست اضافہ کر دیا ہے

حافظ عاکف سعید

کشمیر میں تحریک آزادی کی کامیابی پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام سے مشروط ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قران اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر میں آزادی کے پروانے ”پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ“ کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ اس نعرہ نے کشمیریوں میں آزادی کے لیے جوش و خروش میں زبردست اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن یہ نعرہ اگر یکطرفہ طور پر لگتا رہا تو کشمیری حریت پسند کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان عملی طور پر لا الٰہ الا اللہ کا نمونہ بن جائے۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے ثمرات سامنے آنے پر کشمیریوں کی تحریک آزادی اتنا زور پکڑے گی کہ بھارت کی ساری فوج بھی اُس کو کنٹرول نہیں کر سکے گی لہٰذا ہمارے لیے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کریں جس کی کشش کشمیری حریت پسندوں میں ناقابل شکست جذبہ پیدا کر دے گی۔ اور بھارت ظلم اور تشدد کے تمام ہتھکنڈے استعمال کر کے بھی ناکام ہوگا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

کر رہے ہوتے ہیں جس کا براہ راست تعلق انسانیت کی بہتری سے ہوتا ہے۔ ان کی شخصیت کا لیول ذرا اور بلند ہوتا ہے۔ جیسے کارل مارکس اور ان کے ساتھیوں نے سرمایہ دارانہ نظام کے ظلم و استحصال سے نجات کے لیے اشتراکیت کا نظریہ پیش کیا اور اس کے لیے جدوجہد کی، دنیا کو بتایا کہ سرمایہ دارانہ نظام سودی نظام کا حاصل ہے جس میں ساری دولت، سارے اختیارات سرمایہ دار کے ہاتھ میں چلے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں عام لوگ بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، غریب، مزدور، کسان کے بچے بھوک اور بیماری سے بھلے مرتے رہیں لیکن سرمایہ دار ذاتی مفاد پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ یہ معاشی ناہمواریاں کیسے ختم ہوں تاکہ لوگوں کو حقوق اور انصاف ملے اس کے لیے انہوں نے کام کیا، قربانیاں دیں اور پھانسی کے پھندے کو قبول کیا۔ لہٰذا ان کا لیول عام انسانوں سے بہت بلند ہو گیا۔ لیکن سب سے اونچا لیول ان کا ہے کہ جن کا مقصد حیات صرف رب کی رضا کا حصول ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ﴾ ''اور جو لوگ واقعتاً صاحب ایمان ہوتے ہیں ان کی شدید ترین محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔'' (البقرہ:165)

جس کا مقصد یہ ہو کہ میں نے رب کو راضی کرنا ہے تو اس کی ذہنیت و شخصیت ایسی ہوگی کہ رحم دلی، انصاف، عدل، بھائی چارہ، ہمدردی، ایثار، محبت اور دوسروں کے حقوق پورے کرنا، یہ سب اوصاف ایسے شخص میں جمع ہو جائیں گے۔ یہی انسانیت کا ٹاپ لیول ہے اور اس میں سب سے ٹاپ پر محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو رحمۃ للعالمین ہیں کہ آپ ﷺ کے آخری الفاظ تھے: **اللھم رفیق الاعلی**''۔ حالانکہ احادیث کے مطابق آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا کہ آپؐ چاہیں تو دنیا میں مزید قیام کریں۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف رفیق الاعلیٰ کی طرف مراجعت مقصود ہے۔ چنانچہ جس انسان کا مطلوب جتنا اعلیٰ اور مقصد حیات جتنا بلند ہوگا اس کی ذہنیت اور شخصیت بھی اتنی ہی بلند ہوگی۔ اس کے برعکس جس کا مطلوب جتنا گھٹیا ہوگا اس کی ذہنیت بھی اتنی ہی گھٹیا ہوگی۔ آگے فرمایا:

﴿مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ﴾ ''انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کا حق تھا۔''

اللہ کا تصور ہر انسان کے ذہن میں موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف تمام انسانوں سے روز ازل میں ہی عہد الست کی صورت میں کروا دیا تھا۔

﴿وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ﴾ ''اور ان کو گواہ بنایا خود ان کے اوپر (اور سوال کیا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' (الاعراف:172)

ہر انسان کی فطرت میں اللہ کی پہچان موجود ہے لیکن جب انسان آسمانی وحی کی ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ جیسے دنیا میں حاکم اور بادشاہ ہوتے ہیں ایسے ہی اللہ بھی ایک بڑا بادشاہ ہے جس کے دربان اور حواری ہوتے ہیں جن کی بات بادشاہ ٹال نہیں سکتا۔ لوگوں کی اسی سوچ کو بعض ہوشیار اور چالاک لوگ exploit کرتے ہیں کہ ہماری مٹھی گرم کرو تو تمہاری بات وہاں تک پہنچے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو شہنشاہ اعلیٰ ہے اس تک رسائی کے لیے کئی ذریعے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگوں کو ٹریپ کر لیتے ہیں اور لوگ شرک میں پڑ جاتے ہیں۔ مشرکین مکہ بھی جانتے تھے کہ ہم جن بتوں کو پوجتے ہیں وہ اس کائنات کو بنانے والے نہیں ہیں لیکن ان کا ایک تصور تھا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں جن کے بت بنا کر ہم پوجتے ہیں، اللہ ان کی بات ٹال نہیں سکتا۔ اگر ہم ان کو خوش کریں گے تو یہ اللہ کے ہاں ہماری نجات کے لیے سفارش کریں گی۔ چنانچہ اسی چیز نے انہیں شرک میں ڈالا کیونکہ وہ اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکے کہ وہ ان چیزوں سے ماوراء ہے، وہ خود ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، اسے کسی وسیلے یا ذریعے کی ضرورت نہیں ہے، پوری کائنات کا نظام اس کے کنٹرول میں ہے۔ وہی شفاء دیتا ہے۔ وہی موت دیتا ہے، کل اختیار کا مالک وہ ہے اور اس نے اپنے اختیار میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ چنانچہ توحید کے اصل معنی یہی ہیں لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ شرک کی یہی تمام اقسام مسلمانوں میں بھی آ گئی ہیں۔

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾﴾ (یوسف) ''اور ان میں اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر اس طرح کہ (کسی نہ کسی نوع کا) شرک بھی کرتے ہیں۔''

اللہ کو مانتے بھی ہیں لیکن اس انداز سے نہیں مانتے جیسے رسولوں نے متعارف کروایا۔ بلکہ ہم نے بھی اپنا الگ ہی ایک تصور خدا گھڑ رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کر پا رہے اور شرک میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٧٤﴾﴾ ''یقیناً اللہ بہت طاقت والا سب پر غالب ہے۔''

ایسا نہیں ہے کہ اللہ کو اپنی طاقت اور غلبے کے لیے فوجی قوت درکار ہے کہ اگر فوج ساتھ چھوڑ گئی تو دنیا کے بادشاہوں کی طرح وہ معزول ہو جائے۔ نہیں! بلکہ وہ خود قوی اور غالب ہے۔ لہٰذا اسے کسی کی سفارش کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہی اسلام کا تصور توحید ہے جس کا ایمانیات میں سب سے پہلا مقام ہے۔ اس کے بعد ایمان بالرسالت ہے۔

﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۚ﴾ ''اللہ چن لیتا ہے اپنے پیغامبر فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی۔'' ﴿إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٧٥﴾﴾ ''یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد پر علیحدہ علیحدہ وحی نازل کرتا ہو بلکہ اس نے نوع انسانی کے لیے ہدایت کا باقاعدہ ایک مشترکہ نظام تشکیل دیا ہے جس میں ایک پیغمبر کا انتخاب فرشتوں میں سے اور ایک کا انتخاب انسانوں میں سے ہوتا ہے۔ فرشتوں میں سے ہر دور میں جبرائیل امین پیغمبر رہے ہیں اور وحی لے کر آتے رہے ہیں۔ آگے انسانوں میں سے مختلف ادوار میں جو بھی پیغمبر رہے ہیں ان کا کام تھا کہ وہ باقی انسانوں تک اللہ کا پیغام پہنچائیں۔

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔'' ﴿وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٧٦﴾﴾ ''اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹا دیے جائیں گے۔''

جو کچھ بھی تم کرتے ہو، ظاہراً یا خفیہ، اللہ اس سے واقف ہے۔ اس نے تمہاری نگرانی کے لیے پورا نظام وضع کر رکھا ہے اور کراماً کاتبین بھی بٹھا رکھے ہیں تاکہ تمہارے ہر عمل کا ثبوت رہے۔ لہٰذا تمہارا ہر عمل، سوچ، ارادے اور عزائم ریکارڈ پر ہیں اور نگرانی کا یہ سارا نظام اسی لیے تشکیل دیا گیا ہے تاکہ قیامت کے دن ایک ایک عمل کا حساب ہو سکے۔ لہٰذا یہ مت بھولو کہ اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ اس لیے دنیا کی اس زندگی میں اپنی اصلاح کر لو۔ سب سے پہلے اللہ پر ایمان لے لاؤ اور اس کو ایسے مانو جیسا کہ ماننے کا حق ہے۔ اس کے بعد رسولوں پر ایمان لاؤ اور آخری نبی ﷺ پر جو ہدایت نازل ہوئی ہے اس کے مطابق زندگی گزارو اور اس کے ساتھ آخرت پر بھی ایمان لاؤ کیونکہ روز قیامت حساب ہونا ہے اور آخرت کی دائمی زندگی میں کامیابی اور ناکامی کا انحصار یوم حساب کے نتائج پر ہے۔ سورۃ الحج کے آخری رکوع کی ان آیات کی اصل دعوت مشرکین مکہ کے لیے تھی۔ لیکن اس میں مسلمانوں کے لیے بھی خاص سبق ہے اور خاص طور پر اس رکوع کی بقیہ آیات میں مسلمانوں پر اس حوالے سے ایک نہایت ہی اہم ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ اس کا مطالعہ ان شاء اللہ ہم آئندہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی اس ہدایت سے بھرپور طور پر فائدہ اٹھانے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

حکمتِ فرعونی 2

5 شیخِ ملّت با حدیثِ دلنشیں — بر مرادِ او کند تجدیدِ دیں

اس ماحول میں رجالِ دین بھی دلنشین باتوں سے اس فرعونی حکمران کی پسند کے مطابق دین کو نیا قابل قبول بیانیہ دیتا ہے

6 از دمِ او وحدت قومے دو نیم — کس حریفش نیست جز چوبِ کلیم

ایسی مذہبی رہنماؤں کے دم سے قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے آسمانی ہدایت کے علمبردار ایک باعمل مرد میدان کے ڈنڈے کے سوا اس کا کوئی مقابل نہیں بنتا

7 وائے قومے کشتۂ تدبیرِ غیر — کارِ او تخریبِ خود ، تعمیرِ غیر

افسوس ہے اُس قوم پر جس کی قسمت کے فیصلے غیر کرتے ہیں ایسی قوم کا حال خود کو تباہ کرنا اور دشمن کو آباد کرنا ہے

8 می شود در علم و فن صاحب نظر — از وجود خود نگردد با خبر!

ایسی قوم علم و فن یعنی دنیاوی ترقی میں تو صاحب نظر بن جاتی ہے لیکن اپنی ذات یعنی اجتماعی اہداف اور ملّی مقاصد کے فروغ سے بے خبر رہتی ہے

9 نقشِ حق را از نگین خود سترد — در ضمیرش آرزوہا زاد و مُرد

ایسی قوم اپنے دل سے اللہ کا نقش مٹا دیتی ہے اس کے ضمیر میں اب آرزوئیں پیدا ہوتی اور مر جاتی ہیں

10 بے نصیب آمد ز اولادِ غیور — جاں بہ تن چو مُردۂ در خاکِ گور

ایسی (محکوم) قوم غیرت مند نسل سے محروم رہتی ہے اس کے جسم میں جان ایسے ہے جیسے مردہ قبر کی مٹی میں

11 از حیا بیگانہ پیرانِ کہن — نوجواناں چوں زناں مشغولِ تن

اس قوم کے پرانے لوگ حیا سے ناآشنا (اور) نوجوان عورتوں کی طرح جسم کی سجاوٹ میں مشغول ہوتے ہیں

5۔ استبدادی قوتوں کے جابرانہ اور استحصالی نظام میں خداشناسی اور خداپرستی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے اور رجالِ دین بھی اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے حصول کو مطمعِ نظر بنا لیتے ہیں اور پھر اپنے عوام میں سے پیغمبروں کے ماننے والوں اور ہم مذہب مسلمانوں کو بڑے دلنشین انداز میں فرعونی حکمرانوں اور خدائی کے دعویدار انسان دشمن اور ابلیسی سوچ کے حامل حکمرانوں کی پسند کے عین مطابق دین کا ایک 'نیا بیانیہ' جاری کرتے ہیں اور اس کو 'تجدید دین' جیسا مقدس نام دے کر خود 'مجدّد' بن بیٹھتے ہیں۔

6۔ فرعونی حکمرانوں کے اس (منحوس) دور میں محکوم قوموں کے مذہبی رہنماؤں اور گدی نشینوں کا ایک طبقہ حکمرانوں کے ساتھ مل جاتا ہے تاکہ دنیاوی جاہ وجلال اور مراعات حاصل کر سکے۔ یہ طبقہ دین فروشی کرتا ہے اور وحدت ملّی کو پارہ پارہ کر دیتا ہے (دو صدیوں سے مسلمانوں کی یہی حالت ہے مسلمانوں کے دوسرے طبقے نے دین کو مقدم سمجھ کر سینے سے لگایا ہے)۔ اس ماحول میں آسمانی ہدایت سے سچا عشق کرنے والے اور جذبہ حریت سے سرشار لوگ ہی ایسے فرعون کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کا سہارا وہ جذبہ اور چوبِ کلیم یا عصائے موسوی یا اللہ کی مدد کی صورت میں ہوتا ہے۔

7۔ افسوس ہے اس قوم پر جس کی پالیسیاں (تدبیر معاملات) غیر اور بے دین، خدا بیزار سامراج کے نمائندے ترتیب دیتے ہیں۔ ان کی 'حکمت' اور سوچ اس قوم کو غلام ہی رکھنا اور غلامی میں پختہ کرنا ہوتی ہے۔ خوئے غلامی میں پختہ قوم اپنے آپ کو برباد کرتی ہے اور حاکموں کو مضبوط کرتی ہے۔

8۔ محکوم قوم کے بعض افراد غاصب قوم کے زیر اثر اعلیٰ عہدوں تک پہنچ کر دنیاوی سوچ اور کاروبار زندگی میں تو یکتا ہو جاتے ہیں مگر سامراجی حکمرانوں کی خیرخواہی کی سوچ سے آگے ان کی نگاہ نہیں جاتی۔ وہ اپنی قومی، ملّی اور اجتماعی اُمنگوں، آرزوؤں اور اہداف سے بیگانہ ہوتے ہیں اور قوم کو یہی سکھاتے ہیں اس سے آگے یعنی آزادی اور غاصب حکمرانوں سے آزادی کا جذبہ بیدار کرنے جیسے کاموں سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔

9۔ مسلمان ہونے کے باوجود، خوئے غلامی میں پختہ ہو کر خوش رہنے والی یہ قیادتیں اور قومیں اپنے دل کے نگینے سے آسمانی ہدایت کا نقش خود مٹا دیتی ہیں اور آسمانی ہدایت کو ایک طرف رکھ کر دنیاوی مراعات اور آسودہ حالی کی زندگی کی دوڑ میں شامل ہو جاتی ہیں۔ جنوبی ایشیا میں منحوس برطانوی سامراج کی غلامی میں پختہ، مراعات یافتہ طبقہ اور ان کی اولاد نے نسل در نسل غلام رہنے کو ترجیح دی ان کے دل میں آزادی کی آرزو پیدا ہی نہیں ہوتی، پیدا ہو جائے تو جلد مر جاتی ہے۔

10۔ حکمت فرعونی کا یہ کمال ہے کہ محکومی پر خوش مسلمان قوم کی اولاد میں بھی کوئی غیرت مند، باضمیر، حق پرست اور چوبِ کلیم رکھنے والا پیدا نہیں ہوتا۔ اس محرومی کے باعث ایسی محکوم قوم کے افراد زندہ نہیں مُردوں کے حکم میں شمار ہوتے ہیں۔ اُن کی روح اپنے جسم میں ایسے ہے جیسے مردہ قبر میں۔ یہ لوگ کسی ناصح کی بات نہیں سنتے۔

11۔ نسل در نسل مراعات حاصل کر کے غلامی میں رہنے والی قوم کے بڑے لوگ حاکم قوم کے افکار میں رنگے جاتے ہیں اور بے حیا، بے شرم اور حیوانی سطح پر زندگی گزارنے والے بن جاتے ہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ میں 'کالانعام' (اعراف:179) ہوتے ہیں اور ایسی محکوم قوم کے نوجوان ہر وقت اپنی زیب و زینت میں مشغول رہتے ہیں جیسے (بالعموم) عورتیں اپنے بناؤ سنگھار میں مگن رہتی ہیں یعنی محکوم قوم کے افراد میں آزادی کی تڑپ اور ملّی جذبہ نہ بوڑھوں میں باقی رہ جاتا ہے اور نہ جوانوں میں۔

ہمارے ہاں دہشت گردی نے عوامی سطح پر فرقہ واریت کا رنگ نہیں پکڑا تو صرف اس لیے کہ شیعہ اور سنی علماء نے دہشت گردی کے پیچھے بیرونی سازش کو سمجھا ہے اور انہوں نے اس کے اثرات عوام تک نہیں جانے دیے۔ اس حوالے سے علماء کی کاوشیں قابل تحسین ہیں: ایوب بیگ مرزا

پاکستان میں مذہبی فرقہ واریت بہت کم ہے لیکن سیاسی فرقہ واریت بہت زیادہ ہے۔ اگر مذہب کو بھی کہیں فرقہ واریت کے لیے استعمال کیا گیا ہے تو سیاست کے لیے استعمال کیا گیا۔ لہٰذا اصل میں یہ سیاسی فرقہ واریت ہے جس نے قوموں اور ملکوں کو تباہ کیا: علامہ حسین اکبر

شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: موجودہ صورت حال میں جبکہ عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان کے لیے ہر طرف خطرات کے سائے منڈلا رہے ہیں، قرآن مجید کی آیت ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص﴾ کتنی اہمیت رکھتی ہے؟

علامہ حسین اکبر: اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امر ہے اور ایک نہی ہے۔ دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔ دونوں کی مخالفت گناہ کبیرہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر مسلمان اللہ کے امر پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی رسی کو تھامے اور وحدت و یگانگت کی طرف قدم بڑھائے۔ جوڑنے کی کوشش کرے، توڑنے کی کوشش نہ کرے۔ اسی طرح وَّلَا تَفَرَّقُوْا پر عمل کرنا بھی واجب ہے۔ اگر ہم اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے امت محمدیہ کو توڑنے کی کوشش کریں گے اور ان کو فرقوں میں بانٹنے کی کوشش کریں گے تو گویا کہ ہم نہی کی مخالفت کے مرتکب ہوئے۔ ایک چیز کی وضاحت میں کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں یہ لفظ رائج ہو چکا ہے: ''اتحاد بین المسلمین'' جو کہ صحیح اصطلاح نہیں ہے۔ اس سے اتحاد کے جو معنی لیے جاتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم سب اپنا اپنا مسلک چھوڑ کر متحد ہو جائیں جو کہ ناقابل عمل ہے۔ بجائے اس کے اگر ہم معاونت کی بات کریں جیسے قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص﴾ (المائدہ:2)

''اور تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو''

تو اس کا مطلب ہوگا کہ شیعہ شیعہ رہتے ہوئے اور سنی سنی رہتے ہوئے اپنے مشترکہ دشمن سے مقابلہ کے لیے متحد ہو سکتے ہیں۔ اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ قرآن مجید نے ہمارے لیے مشترکہ دشمن معین کر دیے کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دشمن ہیں اور سختی سے کہہ دیا کہ:

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط﴾ ''اور تم میں سے جو کوئی ان سے دلی دوستی رکھے گا تو وہ ان ہی میں سے ہو گا۔'' (المائدہ:51)

لہٰذا جب یہ صورتِ حال موجود ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کے ان واضح احکام پر عمل کرتے ہوئے آپس میں اور اپنے پڑوسی مسلمان ممالک سے تعاون بڑھائیں۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

مسلمان دنیا کے جس کونے میں بھی ہیں آپس میں جسد واحد کی طرح ہیں لہٰذا ہمیں ہر مسلمان کے درد، غم اور خوشی کو اپنا سمجھنا چاہیے کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو اس حالت میں صبح کرے کہ اسے مسلمانوں کے معاملات سے کوئی سروکار نہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں۔ یہ دیواریں ہم نے خود کھڑی کی ہیں یعنی ملکی بارڈر وغیرہ بنا دیے وگرنہ اسلام میں کوئی سرحد نہیں ہے۔ اسلام ایک عالمی مذہب ہے اور وہ حدود و قیود، زمان و مکاں کی قید سے بالکل آزاد ہے۔ لہٰذا ہمیں اسلام کے آفاقی پیغام کو سامنے رکھتے ہوئے آپس میں تعاون کو فروغ دینا چاہیے۔ جہاں تک امریکہ، اسرائیل اور انڈیا کے گٹھ جوڑ کا تعلق ہے تو یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اگر ہم اپنی صفوں میں مضبوطی پیدا کر دیں تو ہمیں ان سے ڈرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم نے واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ یہ تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ جو کھلا دشمن ہو اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جبکہ بدترین دشمن منافق ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اندورن خانہ ہماری جڑیں کاٹتا ہے، اسلام کی جڑیں کاٹتا ہے۔ پاکستان میں عموماً فرقہ واریت کا الزام مذہبی طبقہ پر لگایا جاتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہماری مذہبی فرقہ واریت بہت کم ہے لیکن سیاسی فرقہ واریت بہت زیادہ ہے۔ ہماری تباہی و بربادی کے اصل ذمہ دار سیاستدان ہیں۔ اگر مذہب کو بھی کہیں فرقہ واریت کے لیے استعمال کیا گیا تو سیاست کے لیے استعمال کیا گیا۔ آپ ایک ایک واقعہ کا تجزیہ کر کے دیکھ لیں، آپ کو ہر ایک واقعہ یا سانحہ کے پیچھے سیاست نظر آئے گی۔ لہٰذا اصل میں یہ سیاسی فرقہ واریت ہے جس نے قوموں اور ملکوں کو تباہ کیا۔

ایوب بیگ مرزا: دین اسلام کی بنیاد ایمانیات ثلاثہ پر ہے۔ یعنی ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرۃ۔ اس حوالے سے اہل سنت اور اہل تشیع میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہماری بنیاد ایک ہے اور تفرقات سطحی ہیں۔ محترم علامہ صاحب نے بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے کہ ہمارے ہاں فرقہ واریت کے پیچھے سیاست ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ پہلے پاکستان کس بری طرح دہشت گردی کا شکار رہا؟ امام بارگاہوں اور مساجد میں بم پھٹتے رہے اور لوگ جاں بحق ہوتے رہے لیکن کسی شیعہ عالم دین نے کسی امام بارگاہ میں دہشت گردی کا ذمہ دار اہل سنت کو نہیں ٹھہرایا اور نہ کسی مسجد میں دہشت گردی کے کسی واقعہ کا الزام اہل تشیع پر لگایا گیا کیونکہ ہماری مذہبی ایلیٹ نے سازش کو سمجھا ہے اور وہ اس بلیم گیم کا حصہ نہیں بنی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ہاں اب بھی شیعہ سنی باہم شیر و شکر ہیں اور مل جل کر رہتے ہیں۔

سوال: آپ کا خیال ہے کہ مذہبی ایلیٹ ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص﴾ کو Follow کر رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی کا اثر ہے

کہ ہمارے ہاں دہشت گردی نے عوامی سطح پر فرقہ واریت کا رنگ نہیں پکڑا۔ ہم نے باقاعدہ عینی شاہد کے طور پر دیکھا ہے کہ ایک گاڑی نے امام بارگاہ پر حملہ کیا اور پھر دو گھنٹے بعد اسی گاڑی نے مسجد پر بھی حملہ کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس دہشت گردی کے پیچھے بیرونی ہاتھ ہے اور اس معاملے کو دونوں اطراف کے علماء نے سمجھا ہے اور انھوں نے اس کے اثرات عوام تک نہیں جانے دیے۔ اس حوالے سے علماء کی کاوشیں قابل تحسین ہیں۔

سوال: آپ اس بات سے Agree کرتے ہیں؟

علامہ حسین اکبر: میں پاکستان کے علماء کو سلام کرتا ہوں کہ آج ہم اکٹھے ہیں تو یہ علماء نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا ہے۔ علماء نے باقاعدہ اس سازش کو محسوس کیا، اس کے خلاف اُٹھے۔ انھوں نے فتاویٰ جاری کیے کہ دہشت گردی حرام ہے۔ اس میں جو بھی ملوث ہوا اس کو اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ اسی چیز کے بارے میں امام خمینی نے کہا تھا کہ جو شیعہ وسنی میں تفریق پیدا کرتا ہے وہ نہ شیعہ ہے نہ سنی ہے بلکہ وہ اغیار کا آلۂ کار ہے۔ اس چیز کو پاکستان کے علماء نے سمجھا۔ حالانکہ پاکستان میں شیعہ سنی فساد کروانے کے لیے بے تحاشہ سرمایہ کاری کی گئی، اس میں حکومتیں اور تنظیمیں ملوث ہوئی ہیں۔ انڈیا، امریکہ اور اسرائیل سارے اس سازش میں شامل تھے لیکن اس کے باوجود وہ ناکام ہوئے ہیں تو صرف علماء امت کی یکجہتی کی وجہ سے۔ البتہ جن کی وجہ سے علماء پر الزام لگتا ہے وہ علماء نہیں ہیں بلکہ ان کو علماء کا لباس پہنا دیا گیا ہے۔ اگر آپ چور کو علماء کا لباس پہنا دیں اور وہ چوری کرے تو آپ کیا کہیں گے؟ تو اس قسم کی سازش حکومتیں، حکمران اور ان کے آلۂ کار کرتے آئے ہیں۔ ان کو علماء کا لبادہ پہنا کر ان کاموں پر لگا دیا گیا کہ جہاد ہے۔ فساد وہ کروائیں اور نام علماء کا۔

ایوب بیگ مرزا: اس وقت امریکہ، بھارت اور اسرائیل کی جو تثلیث بن گئی ہے اس میں پاکستان دو طرح سے نشانہ بن رہا ہے۔ ایک تو چائنہ کی اقتصادی ترقی اس وقت امریکہ کے لیے بڑا چیلنج بن چکی ہے اور امریکہ سمجھ رہا ہے کہ کسی ملک کی اقتصادی ترقی اس کی عسکری ترقی کی بنیاد ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اس حوالے سے اس کی پریشانی پاگل پن کی حد تک بڑھ چکی ہے۔ وہ چائنہ کا محاصرہ چاہتا ہے۔ اس معاملہ میں انڈیا اس کا بہت بڑا ساتھی ہے لیکن پاکستان کی جغرافیائی لوکیشن ایسی ہے کہ اس کے بغیر امریکہ چائنہ کا معاصرہ کر ہی نہیں سکتا اور پاکستان نہ صرف چائنہ کا دوست ہے بلکہ وہ سی پیک اور ون روڈ ون بیلٹ میں بھی شامل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ایٹمی قوت ہے اور یہ اسرائیل کو قبول نہیں ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مودی جب اسرائیل کے دورہ پر گیا تو نیتن یاہو نے اس سے کہا کہ ہم تو آپ کا 70 سال سے انتظار کر رہے ہیں اور آپ اور ہم فطری دوست ہیں اور وہ تین دفعہ مودی سے گلے ملا ہے۔ اسرائیل نے آج تک براہ راست پاکستان کو نہ کوئی دھمکی دی اور نہ ہی کوئی ایکشن لینے کی کوشش کی کیونکہ اسے کوئی بیچ کا راستہ چاہیے تھا اور وہ راستہ بھارت کے ذریعے اس کو مل گیا ہے۔ موجودہ ملاقات میں نیتن یاہو نے بڑی اہم بات کہی ہے کہ سٹیٹ سپونسرڈ دہشت گرد مقبوضہ کشمیر میں جا رہے ہیں، ہم اس سلسلے میں آپ کی مدد کریں گے۔ یعنی اب وہ پاکستان کے سامنے پہلی دفعہ ڈائریکٹ آ گیا ہے۔ کیوں آیا؟ اس لیے کہ اللہ کے فضل و کرم سے

> دشمن 10 فیصد شیعہ سنی اختلافات کو اتنی ہوا دے دیتا ہے کہ ہم 90 فیصد مشترکات کی طرف آنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

پاکستان نے ایسے ایٹمی میزائل تیار کر لیے ہیں جن کی مار تل ابیب تک ہے۔ اسرائیل ہر اس ملک سے نمٹنا چاہتا ہے جس سے اس کو خطرہ ہے لیکن پاکستان چونکہ ایٹمی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے وہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کر سکتا۔ اب وہ بھارت کے ذریعے یہ کام کروانا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہم بدقسمتی سے اس وقت دو طرح سے گھیرے ہیں۔ یعنی امریکہ اور اسرائیل دونوں بھارت کے ساتھ مل کر پاکستان کا گھیراؤ چاہتے ہیں۔ البتہ ایک لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری خوش قسمتی بھی ہے۔ کیونکہ جب تک دشمنوں سے سخت مقابلہ نہیں ہوگا ہماری صلاحیتیں نکھر کر سامنے نہیں آئیں گی۔ پاکستان میں بہت ٹیلنٹ ہے، ہر طرح کی صلاحیتیں ہیں، ابھی حال ہی میں ہماری وہ کرکٹ ٹیم جس کی عالمی چیمپئن ٹرافی میں جگہ ہی نہیں بن رہی تھی اس نے کیسا معجزہ دکھایا؟ اسی طرح بھارت کے ساتھ مقابلہ تھا تو یہاں ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ڈاکٹر ثمر مبارک جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ اگرچہ آج پاکستانی قوم کئی لحاظ سے پستیوں میں گر چکی ہے لیکن پاکستان جس طرح سے معرضِ وجود میں آیا تھا ہمیں ایمان کی حد تک یقین ہے کہ جب یہ پستی کی آخری حدوں تک پہنچ جائے گا تو پھر اس کی بلندی کا آغاز ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ بے شک اس کے کچھ دشمن ہوں گے، اسے مار پڑے گی لیکن پھر اسی سے ایک جذبہ اُبھرے گا اور وہیں سے خوش قسمتی کا آغاز ہوگا ان شاء اللہ۔

سوال: آپ کے خیال میں آج اسلام کے خلاف سب سے بڑی سازش کیا ہے؟

علامہ حسین اکبر: اسلام کے خلاف سازشیں سب سے پہلے مشرکین، منافقین اور یہود کی طرف سے چلیں اور یہ تثلیث رسول اکرم ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک قائم ہے۔ قرآن مجید نے یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا۔ یہ تثلیث کل بھی تھی، آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ اس لیے کہ ہم ان کو ختم نہیں کر سکتے۔ البتہ خدا کا وعدہ ہے اور یقیناً وہ سچا وعدہ ہے کہ پوری دنیا پر اسلام کا پرچم غالب آئے گا اور یہودیت و عیسائیت سب ختم ہو جائے گی۔ اس میں نظریات بے شک مختلف ہیں لیکن امام مہدی کا جب ظہور ہوگا تو عالمی سطح پر قرآن کی حاکمیت قائم ہوگی اور یہودیوں کو سب سے بڑا خطرہ یہی ہے۔ لہٰذا آج دنیا جو عالمی امن کا خواب دیکھ رہی ہے وہ ویسے ممکن نہیں ہے۔

سوال: کیا فرقہ واریت سب سے بڑی سازش نہیں؟

علامہ حسین اکبر: نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عالمی سطح پر اس سازش کو استعمال کیا گیا لیکن اصل میں اس کو ہمارے حکمرانوں نے ہمیشہ سیاسی مفادات کے لیے استعمال کیا ہے۔ ماضی میں اگر دیکھیں تو بنی اُمیہ کی حکومتوں نے شیعہ سنی اختلاف کو سیاسی مفادات کے لیے استعمال کیا، اس کے بعد بنو عباس کی حکومتوں میں بھی یہی ہوا۔ کہیں کہیں البتہ فرقہ واریت کے غلبے آتے رہے لیکن زیادہ تر اس کو باقاعدہ ٹول کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا مگر اس کے باوجود امت اپنی وحدت سے ہٹی نہیں ہے۔

سوال: اس سازش کے لیے آگاہی کتنی ضروری ہے؟

علامہ حسین اکبر: رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے نجران کے نصاریٰ کو ایک نکاتی ایجنڈا پر دعوت دی تھی:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ ''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان بالکل برابر ہے'' (آل عمران: 64)

تثلیث کا عقیدہ تو بعد میں بنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل نظریہ توحید تھا۔ آپ ﷺ نے اس عقیدہ توحید پر نجران کے عیسائیوں کو مکالمہ کی دعوت دی۔ اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پیغام دے دیا کہ

یک نکاتی ایجنڈے پر بھی دشمن کے ساتھ بیٹھا جا سکتا ہے، مقالات اور مذاکرات کے ذریعے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے جبکہ شیعہ سنی میں تو 90 فیصد مشترکات ہیں۔ باقی 10، 15 فیصد اختلافات بھی اُصولی نہیں ہیں بلکہ اجتہادی ہیں۔ کون مسلمان ہے جو یہ کہے کہ رسول اکرم ﷺ جو لے کر آئے اس کو نہیں مانتا؟ اسی طرح مسئلہ خلافت میں بھی اختلاف نہیں ہے، عقیدۂ خلافت سب مسلمانوں کے ہاں موجود ہے۔ البتہ اس کے جزئیات کے حوالے سے اختلاف آ جاتا ہے لیکن ان جزئیات پر بھی اتفاق ہو سکتا ہے کیونکہ سیرت ہمارے سامنے موجود ہے، صحابہ کرامؓ اور اہل بیت کا عمل بھی موجود ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارا دشمن ہمارے اختلاف کو اتنی ہوا دیتا ہے کہ رائی کا پہاڑ بنا دیا جاتا ہے لیکن جو ہمارے مشترکات ہیں ان کی طرف آنے کو ہم تیار نہیں ہیں۔ ہمیں افواہوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ میں نے بارہا کہا کہ ایک کتابچہ بناؤ جس میں یہاں کے مسالک کے تمام بڑے علماء کے دستخط شامل کرلو کہ جو بھی مشترکہ لائحہ عمل کے خلاف بات کرے گا اس کے اس عمل کو سازشی پروپیگنڈا تصور کیا جائے گا۔ اگر ہم ان خطوط پر کام کریں گے تو ہم اپنے دشمن کو شکست دے سکتے ہیں اور اپنے مفادات کا تحفظ بھی کر سکتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: سب سے پہلی بات مسلمانوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ اغیار چاہے وہ یہودی ہوں، ہنود یا عیسائی نہ وہ شیعوں کے دوست ہیں اور نہ سنیوں کے۔ وہ یہ تو کر سکتے ہیں کہ پہلے ایک کا دوست بن کے دوسرے کو مار دیں لیکن دوسرے کے مرتے ہی وہ پہلے کے بھی دوست نہیں رہیں گے۔ ہمیں دشمن کی اس سٹریٹجی کو سمجھنا چاہیے۔ اہل تشیع اور اہلسنت دونوں کو سوچنا چاہیے کہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت اسلام کے دشمن ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ کے سامنے دو دشمن تھے ایک کمیونزم اور دوسرا اسلام۔ اس نے پہلے اسلام کو اپنے ساتھ ملایا اور کمیونزم کو شکست دی اور اس کے بعد وہ اسلام کے پیچھے پڑ گیا۔ اس مثال سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ اپنے عقائد پر بالکل قائم رہیں لیکن خوامخواہ کی چھیڑ خانی اور بہتان تراشی سے اجتناب کرنا چاہیے اور ہمیں اپنے دشمن کو دیکھنا چاہیے جو ہمارے اسلام کو گزند پہنچانا چاہتا ہے۔

سوال: جب کسی امام بارگاہ میں دھماکہ ہوتا ہے تو آپ اپنے سننے والوں کو کیا نصیحت کرتے ہیں؟

علامہ حسین اکبر: ہمارے ہاں عقیدۂ تقلید موجود ہے۔ ہم اپنے سب سے بڑے مفتی اعظم کے مقلد ہیں۔ اس کے فتویٰ کو ماننا ہمارے لیے واجب ہے۔ ہمارے فقہاء نے آج تک یہ اجازت نہیں دی کہ کسی بے گناہ کا گلا کاٹ دو۔ ورنہ جوابی دھماکہ قتل و غارت سب کچھ ہو سکتا ہے۔ تازہ ترین مثال اس وقت عراق کی ہے۔ عراق میں داعش داخل ہوئی تو شیعہ سنی علماء نے مل کر فتویٰ دیا کہ یہ اسلام اور وطن دشمن ہیں، لہٰذا ہمیں اپنے وطن کو بچانا ہے۔ لوگوں کو گھروں سے جو کچھ ملا وہ لے کر سڑکوں پہ آ گئے لیکن جہاد کی کمان علماء نے عوام کے ہاتھ میں نہیں دی۔ بلکہ ان سے کہا کہ پہلے آؤ ٹریننگ لو، ایک ایک بندہ کو چیک کیا گیا کہ اس میں صلاحیت ہے یا نہیں ہے۔ اس کے بعد آج پورا عراق داعش کے وجود سے پاک ہو چکا ہے۔ ہمیں پاکستان کے شیعوں اور سنیوں کو راستہ نہیں دینا چاہیے،

> ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے شیعہ سنی مفاہمت کی بہت کوشش کی۔ نواز شریف نے اپنے پہلے دور حکومت میں اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بھی بنائی تھی جس کا سربراہ ڈاکٹر صاحب کو بنایا تھا۔

کیونکہ دشمن جب حملہ کرتا ہے تو وہ نہ شیعہ کو دیکھتا ہے اور نہ سنی کو دیکھتا ہے۔ ابھی حال ہی میں سیاچن کی جنگ میں حالانکہ وہاں اکثریت اہل تشیع کی ہے دشمن نے نہ شیعہ کو معاف کیا اور نہ سنی کو۔ ہمیں پتا ہے کہ وہ پاکستان کے وجود کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے شیعہ علماء نے آج تک پاکستان میں جہاد کا یا ردعمل کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ صبر اور حوصلے کی تلقین کی ہے۔ یہ چیز ساری دنیا کے سامنے عملی طور پر آ چکی ہے۔ ہمارے اہل سنت کے بہت سے مفتی صاحبان جن کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں ان کی بھی یہی تعلیمات ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اہل سنت کے علماء، دانشور اور طلبہ اس طرح سامنے نہیں آئے کہ گلی کوچوں میں قتل عام شروع ہو جائے بلکہ وہ دہشت گردوں کا گروہ جو مذہب کے نام پر دہشت گردی کر رہا تھا آج ساری دنیا کے سامنے بالکل بے نقاب ہو چکا ہے۔ آپ کے سامنے ہے کہ دہشت گردی کے جتنے واقعات ہوئے ان کے بعد کوئی فساد نہیں ہوا۔ البتہ ہم احتجاج کرتے ہیں، دھرنا دیتے ہیں۔ ابھی حالیہ واقعہ پاراچنار کے بعد بھی وہاں ایک لاکھ کا مجمع بیٹھا رہا ہے، میں خود وہاں دھرنے میں موجود تھا کیا وہاں کوئی نقصان ہوا؟ پورے پاکستان میں کہیں کوئی تخریب کاری نہیں ہوئی کیونکہ ہمارے علماء کی طرف سے کبھی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ قرآن کا اصول ہے کہ جب پتا چل جائے کہ فلاں مجرم ہے تو عدالت میں جاؤ اور اس کو سزا دلواؤ۔

سوال: اگر خدانخواستہ اہل سنت کے ہاں کوئی دہشت گردی کا واقعہ ہوتا ہے تو اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: صاف بات ہے کہ اہل سنت نے ایک مدت سے جو طرزِ عمل اختیار کیا ہوا ہے وہ ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔ 1977ء میں تحریک نظام مصطفیٰ چلی تو اس میں نو جماعتیں شامل تھیں جن میں اہل تشیع بھی تھے۔ ایسا نہیں ہوا کہ اسلام کے لیے تحریک چلائی اور اس میں اہل تشیع کو الگ کر دیا گیا اور اہل تشیع کے علماء کی بھی یہی کوشش رہی ہے۔ البتہ ان کی مجالس میں بعض لوگ جو گاؤں سے آ جاتے ہیں اور غیر مناسب گفتگو کرتے ہیں، جو نہیں کرنی چاہیے۔ اسی طرح اہل سنت میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ میڈیا دونوں طرف کے ایسے لوگوں کو بھڑکاتا ہے۔ اس دفعہ بھی خاص طور پر سوشل میڈیا میں پر جو کچھ ہو رہا ہے اس سے لگتا یہی ہے کہ دونوں طرف کے لوگوں کو بھڑکایا جا رہا ہے اور یہ کسی ایجنڈے کے تحت ہو رہا ہے۔

سوال: شام کے حوالے سے ہم تک جو خوفناک ویڈیوز پہنچتی ہیں وہ شیعوں کے مظالم کی پہنچتی ہیں۔ اب اس طرح کی ویڈیوز کو ہم کیسے Analyse کر سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: شام کا مسئلہ بڑا گھمبیر ہو چکا ہے۔ محترم نے کہا کہ وہاں دو فیصد شیعہ ہیں لیکن ہمارے ہاں علویوں کو بھی شیعوں کا فرقہ تصور کیا جاتا ہے۔

علامہ حسین اکبر: میں یہاں ایک چیز کی وضاحت کر دوں کہ ہم علویوں کو مشرک مانتے ہیں کیونکہ وہ علیؓ کو خدا مانتے ہیں۔ لہٰذا وہ مسلمان ہی نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ذاکروں کا ذکر کیا تو میں بتا دوں کہ کل رات ہی ہم ایسے لوگوں کا محاسبہ کر رہے تھے جو اس طرح کے نظریات کا پرچار کر رہے تھے۔ ہم نے ان پر پابندی لگوا دی کہ پورے پاکستان میں وہ تقریر نہیں کر سکتے اس لیے کہ مذہب شیعہ کے خلاف جا رہے ہیں کیونکہ مذہب شیعہ میں تو توحید سب سے پہلے ہے۔

سوال: کیا شام میں ایران کی انوالومنٹ نہیں ہے؟

علامہ حسین اکبر: ایران اور شام کے فوجی معاہدے ہیں اور ان کی بنیادی وجہ اسرائیل ہے کیونکہ اسرائیل کے سامنے اگر کوئی ڈٹا ہوا ہے تو وہ شام ہے یا

حزب اللہ ہے۔ سعودی عرب میں اسرائیل کا سفارت خانہ کھل گیا اور وہاں جہاز بھی آنے شروع ہو گئے۔ اس وقت اسرائیل کے سامنے ایران، شام، حزب اللہ اور پاکستان ڈٹ کر کھڑے ہیں۔ باقی ملک تو آہستہ آہستہ گر گئے۔ لہٰذا ہمیں اپنے پاکستان کی خیر منانی چاہیے کہ ایٹمی طاقت ہونے کے ناتے آئندہ حالات و واقعات اس کو کس کروٹ لے کے جاتے ہیں؟ کیا ہم سعودی عرب کی پیروی کرتے ہوئے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی کوشش کریں گے؟ جبکہ ماضی میں مشرف دور میں ایسی کوششیں ہو چکی ہیں یا پھر ہم اپنے اس نظریہ پر ڈٹے رہیں گے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہمارا اتحاد نہیں ہو سکتا؟ خاص طور پر اسرائیل کے ساتھ کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے۔ ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہمیں ثابت قدم رکھے۔

سوال: شیعہ سنی کشیدگی کو کم کرنے کے لیے آپ کیا تجاویز دینا چاہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: اس بارے میں میرے پاس ایک کتاب ہے ''شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت''۔ یہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔ اس کی چند سطریں پڑھوں گا۔

> ''پاکستان کے اثنا عشری شیعہ حضرات کی خدمت میں اس استدعا کے ساتھ کہ: اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر، وحدت اُمت مسلمہ کے نام پر، پاکستان میں اسلامی انقلاب کے نام پر اور حضرت مہدی موعود کی نصرت و حمایت کے اہتمام و انصرام کے نام پر شیعہ سنی مفاہمت کی اس مثبت اساس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں، جو اس کتاب میں پیش کیا جا رہا ہے اور جسے امام خمینی اور ایران کی موجودہ قیادت کی مکمل تائید حاصل ہے!''

اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے بہت کوششیں کی تھیں۔ نواز شریف نے اپنے پہلے دور میں اس کے لیے ایک کمیٹی بنائی تھی اور ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کو اس کا سربراہ بنایا تھا۔ لیکن چونکہ ہماری ہر بات میں سیاست در آتی ہے لہٰذا اس میں بھی سیاسی رسہ کشی شروع ہو گئی جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے اس سربراہی سے معذرت کر لی۔ پاکستان کے حوالے سے میں کہوں گا کہ یہاں کے لوگ سب سے پہلے اختلافی بات کے لیے اپنے کان اور زبان دونوں بند کر لیں۔ یعنی نہ سنیں اور نہ اس پر بات کریں اور علماء حضرات جو اپنی ذمہ داری بڑے احسن طریقے سے نبھا رہے تھے اس پر مزید الرٹ ہو جائیں اور مزید احتیاط برتیں کہ ان کی زبان یا قلم سے کوئی ایسی بات نہ نکلے جو مذہبی بنیادوں پر فساد کا باعث بنے۔ حکومتی سطح پر یہ ہونا چاہیے کہ تمام شہریوں کی حفاظت کی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کی جانی چاہیے۔

علامہ حسین اکبر: میرے خیال میں اگر کوئی اختلافی بات ہم تک پہنچے تو ہمیں بحیثیت مسلمان قرآن کے اس تقاضے کو پورا کرنا چاہیے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا﴾ (الحجرات:6) ''اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو''

دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے مدارس کے علماء اور طلبہ کا ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا شروع کرانا چاہیے تاکہ لوگوں کو پتا چلے کہ یہ آپس میں سب اکٹھے ہیں۔ خاص طور پر وہ چیزیں جن کو اشتعال انگیزی کا سبب بنا کر پیش کیا جاتا ہے اس کو اصل حقیقت کے ساتھ سامنے لانا چاہیے۔ کیونکہ حقیقت کچھ ہوتی ہے اور بیان کچھ کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن کے بارے کہا جاتا ہے کہ شیعوں کے ہاں چالیس پاروں پر مشتمل کتاب ہے حالانکہ ہر گھر میں یہی تیس پاروں والا قرآن ہے اور یہی پڑھ رہے ہیں۔ کیوں نہ ایران پاکستان یا پاکستان کے شیعہ سنی مل کر ایک قرآن چھاپ لیں۔ دونوں مہر لگائیں اور دستخط کریں کہ اللہ کی کتاب ہے اور پوری انسانیت کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ اسی طرح باقی مشترکات کو بھی سامنے لائیں۔ ایران نے اس حوالے سے بہت کام کیا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کا اُردو میں ترجمہ نہیں کیا گیا۔ انہوں نے ایک ادارہ بنایا تھا جس میں انہوں نے مشترکات کو اکٹھا کیا۔ سب سے پہلا کتابچہ ادارہ تقریب بین المذاہب کے نام سے لکھا گیا تھا، جو مصر کی جامعۃ الازہر میں قائم ہوا تھا۔ اس وقت کسی نے فتویٰ جاری کر دیا کہ شیعوں کو حج سے روک دیا جائے۔ ہمارے علمائے نجف وہاں گئے کہ آپ کس بنیاد پر یہ فتویٰ دے رہے ہیں۔ افہام و تفہیم کے بعد جب حقائق سامنے آئے تو علمائے ازہر اور علمائے نجف نے مل کے الفقہ المذاہب خمسہ کے نام سے ایک کتابچہ لکھا کہ حج کی کیفیت تمام مذاہب میں کیا ہے؟ اس کے بعد تمام مسالک کی مشترکہ فقہ لکھ دی گئی۔ آج بھی مصر کی جامعۃ الازہر میں پانچوں فقہیں پڑھائی جا رہی ہیں۔ لہٰذا ہمیں فقہی احکام میں ایک دوسرے کے قریب آنا چاہیے۔ ہمارے درمیان اتنی قربتیں موجود ہیں لیکن اس پر کام کرنے کے لیے ہم تیار نہیں ہیں کیونکہ نفرتیں پھیلا دی گئی ہیں لیکن رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو تم سے دور بھاگتا ہے تم اس کو آگے بڑھ کر سینے سے لگا دو۔ لہٰذا ہمیں ایک دوسرے کو سینے سے لگانے کی ضرورت ہے۔ چند لوگوں نے دور رکھنے کی جو تحریکیں شروع کر رکھی ہیں ہمیں ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ کربلا کا پیغام تو یہی ہے۔ حضرت امام حسینؓ جب میدان میں تنہا ہو گئے تو تب بھی انہوں نے مذاکرات کا راستہ نہیں چھوڑا۔ کیونکہ آپؓ کی نظروں میں اپنے اہل بیت نہیں تھے بلکہ امت مسلمہ تھی۔ جب مدینہ چھوڑا تو یہی کہا تھا کہ میں اس لیے جا رہا ہوں تاکہ اپنی امت کی اصلاح کر سکوں۔ لہٰذا ہمیں آپس میں بیٹھ کر پیار و محبت سے بات کرنی چاہیے۔ حکومت پنجاب نے متحدہ علماء بورڈ بنایا ہے، میں اس کا ممبر ہوں۔ یہ کام بہت اچھا شروع کیا ہے کہ وہ لٹریچر جو فرقہ واریت کو ہوا دیتا ہے اس کو بین کیا جا رہا ہے اور ان لوگوں کے خلاف تادیبی کارروائی کی سفارشات کی جا رہی ہیں جو اس لٹریچر کو لکھنے اور فروغ دینے والے ہیں۔ لہٰذا ایک تو یہ کام ہو رہا ہے کہ لٹریچر ضبط کیا جا رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ایک کام یہ بھی ہونا چاہیے کہ مشترکات پر مشتمل لٹریچر شائع کیا جانا چاہیے تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے گا کہ اصل کیا ہے۔

سوال: بعض دفعہ گاڑیوں پر سٹیکر ایسے لگے ہوتے ہیں جو ظاہر کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم کون ہیں، کیا یہ اشتعال انگیزی نہیں ہے؟

علامہ حسین اکبر: متحدہ علماء بورڈ کا ممبر بننے کے بعد میں نے ایسے پریس پکڑے ہیں جہاں ایک ہی مشین سے شیعوں اور سنیوں کے خلاف لٹریچر چھپ رہا تھا اور ایک ہی پارٹی چھپوا رہی تھی۔ یہ سازشیں اندر ہی اندر چل رہی ہیں، تخریب کار دشمن موجود ہے، عالمی دشمن پر بھی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ دشمن اس وقت ہر حربہ اور ہتھیار استعمال کر رہا ہے لہٰذا ہمیں ہر محاذ پر شیعہ سنی دونوں میں سے اس محاذ کے ماہرین کو ملا کر بٹھانا چاہیے تاکہ شکوک و شبہات دور ہوتے جائیں۔ اس طرح ہم بہت قریب ہو سکتے ہیں۔ ان چیزوں سے ہم امت میں وحدت پیدا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

پروانوں کی نادانی!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہم واہگہ بارڈر پر دنیا کا آٹھواں سب سے بڑا جھنڈا لگانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ 120 فٹ چوڑا 400 فٹ اونچا۔ سبز ہلالی پرچم، سرحد پار دشمن اس کی آب وتاب دیکھے گا! لیکن حقائق نامہ کچھ مختلف کہانی سناتا ہے۔ پرچم کی سرسبزی اور شادابی گہنا چکی ہے۔ سرحد پار دشمن ہمارے دریاؤں کا پانی عفریت بن کر پی رہا ہے۔ ہمارے دریاؤں میں ریت اڑنے لگی ہے۔ ہمارے تعلیم سے فارغ ننگے پیر بچے اس ریت میں کرکٹ کھیلتے ہیں۔ زرعی اجناس ہم بہت سی بھارت اور چین سے درآمد کر رہے ہیں۔ بونے اگانے کی مشقت سے ہم بچ گئے ہیں! جہاں فصلیں اُگ آئیں، وہاں اب بھارت سیلابی پانی چھوڑ کر گھر آبادیاں بستیاں کھیت اجاڑ دیتا ہے۔ آپس کے سر پھٹول سے فرصت ہوتی تو کہیں ڈیم بنا کرتے! ہلالی پرچم پر سے مشرف نے ہلال اتار کر صلیب (معنوی اعتبار سے) لگادی۔ مسجدوں کے درپے ہوا، لال مسجد تا قبائلی علاقہ جات۔ لاؤڈ سپیکر گھٹی گھٹی آواز میں اذان دیتے ہیں۔ ''پرچم ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا'' والے اقبال اور قائداعظم (سو سے زائد مبنی بر اسلام تقاریر والے) کو سنگی مجسموں میں گاڑ کر شکر پڑیاں میوزیم کی زینت بنادیا۔ ''بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتے'' والے اقبال کو بت بنا کر قومی بت خانے میں سجادیا!

یہ نیا پاکستان اب سترہ سال کا ہونے کو آرہا ہے۔ چمکتے دمکتے جھنڈے لہرائیں۔ اندر سے اڑی رنگت لیے فق چہرہ پاکستان۔ پیٹ خالی۔ اس کے بچے خط غربت کے نیچے ناک سڑسڑاتے، پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس جھنڈے کو تکا کریں گے۔ نیا پاکستان خدا ناآشنا، جس کی بیٹیاں ناچتی تھرکتی بل بورڈوں پر چڑھی اودبلائیں۔ صنعتیں ٹھپ ہو چکیں۔ گیس بجلی سسک سسکا کر میسر آتی ہے۔ سی پیک سے دودھ شہد کی نہریں بہنی تھیں، وہ بھی مسلسل ہچکولے کھا رہا ہے۔ ہماری ترجیحات؟ جب پرچم لگ، چڑھ، لہرا جائے گا تو لہک لہک کر لڑکے لڑکیاں مل مل کر گائیں گے

''اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں! ہم ایک ہیں؟'' زرداری، عمران خان، نواز شریف عسکری قیادت کیا ایک ہیں؟ اقتدار کی میوزیکل چیئرز کا کھیل سال کے بارہ مہینے مختلف ناموں سے چلتا ہے۔ دھرنے، انتخابی دھاندلیاں، پانامے، اور اب یکا یک رنگ میں بھنگ ڈالنے کو ریمنڈ لیکس آن وارد! ''افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر!'' لگتا ہے نواز خاندان کی آہ جا لگی ہے۔ ابھی تو یہ دال میں کالے والوں کی آہ لگی ہے۔ اگر مظلوم ومقہور اغواشدگان، لاپتگان کی آہیں جا لگیں تو کیا ہوگا۔

کچھ لوگوں کو ریمنڈ کہانی پر یہ غم ہے کہ یہ سب پاکستان کی آزادی وخودمختاری کے نام پر بٹہ لگا ہے۔ نجانے یہ کون سے خوش فہم ہیں جنہیں پاکستان 2001ء کے بعد بھی آزاد وخودمختار دکھائی دیا! 400 ڈرون حملوں پر اشتراک کے بعد بھی؟ اپنی شہری آبادیاں آپریشن در آپریشن دربدر کر کے بھی؟ اب امریکہ نے خود مہر ثبت کر دی ہے کہ یہ امریکی مفادات کے تحفظ کی جنگ تھی جو پاکستان نے لڑی۔ (بس یہی خرابی امریکہ کی ہے کہ وہ نہایت مہلک رازوں سے بھری بزم میں پردہ اٹھا دیتا ہے!) ڈمہ ڈولا پر میزائل داغ کر مدرسے کے معصوم بچوں کو مارا۔ مشرف نے امریکہ کی لاج رکھنے کو یہ الزام اپنے سر لے لیا۔ تاہم امریکہ کو مشرف، پاشا کے بھانڈے پھوڑتے لاج نہ آئی! اگرچہ ریمنڈ لیکس کا بہت کچھ اس وقت بھی لیک ہو ہی گیا تھا بالاقساط۔ ادنیٰ امریکی CIA اہلکار کے لیے پوری اسٹیبلشمنٹ تھرا اٹھی تھی۔ اس کی خاطر اذان کا لاؤڈ سپیکر بند کر دیا گیا۔ خاطر مدارات۔ خود ایجنسی کے اپنے کارندوں کا قاتل کس طرح وی آئی پی بنایا گیا۔ ہم تو اس وقت بھی خون کے آنسو روئے تھے اپنے شہریوں کی تحقیر پر۔ وہ جن کے ہاتھوں کئی نامور اپنوں کو نشانہ بنایا گیا، لیکن ''غیر کا ہو سامنا تو بس قلی بن جایئے'' کی دکھ بھری، شرمسار کر دینے والی کہانی، خود ریمنڈ کی زبانی نے تو پانی پانی کر دیا! ہماری عدالتوں، قوانین، اداروں اور ملک وقوم کی تضحیک کرتے ہوئے کتاب کے مطابق ابھی یہ ادھورا سچ ہے۔ سی آئی اے نے بہت کچھ سنسر کیا ہے۔ ہم آخرت لیکس کے منتظر ہیں: ﴿یوم تبلی السرائر﴾ سب راز جس دن منکشف ہو جائیں گے، کچھ بھی چھپا نہ رہ سکے گا۔ ایسا سچ جو شواہد، ثبوتوں، آڈیو، وڈیو، جسم کی کھال، ہاتھ پیر، آنکھوں کی اپنی گواہیوں سمیت بڑی سکرینوں پر چلے گا۔ جس دن کی رسوائی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے خلیل اللہ نے پناہ مانگی...... ﴿ولا تخزنی یوم یبعثون ۝﴾ ایک ادنیٰ امریکی سکیورٹی گارڈ کے ہاتھوں ایٹمی پاکستان کی درگت پر ہم تڑپ اٹھے! پاکستان سے اگلے مرحلے کی خدمات وصول کرنے کی ہی یہ ایک کڑی ہے۔ آپ نے دیکھا...... پہلے امریکہ نے مودی کی بلائیں لیتے ہوئے ہمیں کشمیر افغانستان پر حقیر کیا۔ امریکی مفادات کے تحفظ میں ہماری ناکامی پر غیظ وغضب دکھایا۔ امریکی اسلامی اتحاد کے سربراہ ریٹائرڈ آرمی چیف راحیل شریف ہیں اور دوسرے آل پاور فل (ہمہ مقتدر) خلیج میں امریکی چھتری تلے خدمات انجام دینے کو، پاشا صاحب قرار پائے تھے۔ اتنی خدمت گزاری پر بھی پاشا کو بخشا نہ گیا؟

وفاداری کی داستان پاکستان تا دبئی چل رہی ہے اور ریمنڈ آن ٹپکا۔ کیا از خود آ گیا؟ یہ ڈنڈا گاجر کہانی ہی کا ایک کردار ہے۔ جب ڈنڈے کے صدمے سے بے حال ہو گئے تو گاجروں کا تھیلا لیے جان مکین اور دیگر امریکی سینیٹرز پوچا پھیرنے آن پہنچے۔ مکین وہ ہیں جو پاکستان کے ہمدرد جانے جاتے ہیں۔ لیکن اللہ کا بار بار فرمایا حرف بہ حرف سچ ثابت ہوا کہ کافر کبھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ کشمیر پر نرم بات، افغانستان میں خدمات کا کچھ اعتراف کرتے ہوئے امریکہ کے دفاع کے لیے کی جانے والی محنتوں کے ثمرات دیکھنے یہ امریکی قافلہ وزیرستان گیا۔ سلامی دینے کو، مکین کے جانے سے چند گھنٹے پہلے پاکستان کی سرحد پر ڈرون حملہ کر کے چار افراد کو نشانہ بنایا گیا۔ (ڈان رپورٹ۔ 4 جولائی) قومی خودمختاری کے مرثیے پڑھنے والوں نے دیکھا نہیں کہ کس خندہ پیشانی سے (ہمیشہ کی طرح)...... ہم ہنس دیئے ہم چپ رہے...... منظور تھا پردہ تیرا...... کہانی دہرائی گئی! تاہم اسی مکین نے کابل پہنچتے ہی پھر سے ڈنڈا اٹھا کر پاکستان کو بدترین لہجے میں دھمکانا شروع کر دیا! قومی غیرت کا کڑوا گھونٹ نگل

جائیے۔ اس غیرت کے ساتھ جینا دوبھر ہے۔ قومی وقار کے تاج کی جگہ مشرف بوتل سر پر رکھ کر ناچتا رہا۔ قوم نے جب یہ سب گوارا برداشت کرلیا تو اب ؟ کریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے!

ریمنڈ ڈیوس کے ہاتھوں بے توقیر کیے جانے، ٹرمپ مودی جپھیاں، امریکہ کے بعد مودی کا اسرائیل کا گرم جوش دورہ...... ان کا برا کیا منانا۔ یہ گریٹر اسرائیل، اکھنڈ بھارت منصوبوں کی کڑیاں ہیں۔ عبرت کا مقام تو یہ ہے کہ امریکہ اپنے ادنیٰ قاتل اہلکار کو بچانے کی خاطر اعلیٰ ترین سطح سے (اوباما، ہیلری، سفیر، قونصل خانہ) پاکستان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ ہم اپنے چار مظلوم شہریوں، مقتولوں اور ان کے ورثاء کو رگید ڈالتے ہیں۔ ہراساں کرنے، دباؤ میں لانے کا ہر حربہ استعمال کرتے دھمکاتے ہیں! امریکہ کی سہولت کاری اس ملک میں اعزاز بن چکا ہے۔ جو حسین حقانی، زرداری، پاشا، مشرف سبھی کو حاصل ہوا۔ وہی جو ملک عزیز میں بگڑتی معاشرتی اقدار کو سنبھالا دینے...... گھر کا یونٹ بچانے، عورت کی تعلیم وتربیت دینے والی مدرسات خواتین کا تعاقب کرتے، فائلیں کھول کر صفحے کالے کرتے، دھمکاتے ہیں...... ریمنڈ ڈیوسوں کے آگے یوں پانی بھرتے ہیں؟ اللہ، رسول، دین، شریعت کا سہولت کار ہونا جرم ہو اور مسلم کش کفریہ طاقتوں کی آلہ کاری میں کوئی عار نہ ہو؟ اب جب ملک میں احتساب کا دروازہ کھولا گیا ہے اور دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو ہی رہا ہے...... تو باقی گوالوں کو بھی چیک کیا جانا چاہیے۔ دیت کے پیسے کس نے دیئے؟ عوام کی معاشی حالت بتاتی ہے کہ ہر پیسہ عوام ہی کی پھٹی جیب پھاڑ کر مزید روپیہ دو روپے کر کر کے نچوڑ جاتا ہے۔ مگر یہ کیسے ہوا؟ امریکی قاتل کے گناہ کا کفارہ پاکستان نے کیوں ادا کیا؟ امریکی خزانے پر آنچ نہ آنے دی گئی؟ سی آئی اے کے بدمعاش کے کالے کرتوت ڈھانپنے کو خط غربت کے نیچے بیٹھنے والوں کے تن کی آخری چادر بھی نوچ ڈالی گئی! تف ہے! تفو بر تو...... کہ یہ دن بھی ہم نے دیکھنا تھا۔ اس سب کے باوجود ہم پھر امریکہ کے حضور خدمت گزاری پر کمربستہ ہیں جوں کے توں۔ ڈرون حملے کھا رہے ہیں۔ وزیرستان اجاڑ کر امریکی سینیٹروں سے تھپکی لے رہے ہیں۔

حضور شمع پروانوں کی نادانی نہیں جاتی!

☆☆☆

بقیہ: اداریہ

کے حوالہ سے نقصان دہ سمجھ کر ریلیوں، عوامی جلسوں اور جلوسوں سے آزادی کی تحریک کو آگے بڑھا رہے تھے۔ وہ مسلسل ہڑتالیں کرتے اور غیر مسلح ہو کر احتجاجی جلوس نکالتے اور بھارتی فوج کے جدید اسلحہ کے استعمال کا جواب پتھروں کی بارش سے دیتے۔ برہان وانی نے اس جنگ کو ایک نیا رخ دیا۔ وہ سوشل میڈیا پر بھارتی فوج کے ظلم وستم کی داستانیں رقم کرتا اور میدان میں بھی بھارت کے خلاف اترتا۔ بھارتیوں نے بالآخر اُسے شہید کر دیا۔ لیکن وانی کے خون نے آزادی کی جنگ کو وہ توانائی بخشی کہ تاریخ میں اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ اُدھر بھارتی فوج نے تشدد اور دہشت گردی کے نئے ریکارڈ قائم کیے۔ کشمیری نوجوانوں کو پیلٹ گن سے اندھا کرنا شروع کر دیا۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال بھی کیا جا رہا ہے۔ لیکن جوں جوں بھارتی فوج کا ظلم وستم اور تشدد بڑھ رہا ہے تحریک آزادی میں بھی مزید جوش وخروش پیدا ہو رہا ہے۔ بھارت پہلے ہی درندگی، بربریت اور بہیمیت سے کام لے رہا ہے۔ اب بھارتی وزیر اعظم نے اس حوالہ سے اپنے حلیفوں امریکہ اور اسرائیل سے درخواست کی ہے کہ وہ کشمیریوں کی تحریک آزادی دبانے کے لیے اُس کے ساتھ تعاون کریں۔ اسرائیل آزادی کی تحریک کو ظلم اور جبر کے ہتھکنڈوں سے دبانے کا بڑا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ اُس نے بھارت کو یقین دہانی کروائی ہے کہ وہ اُس کی پوری پوری مدد کرے گا۔ لیکن کشمیریوں نے بھی اب ایک ایسے ہتھیار کا استعمال شروع کیا ہے جو ظلم کی تمام قوتوں کو تہس نہس کر سکتا ہے۔ اور وہ ہتھیار یہ نعرہ ہے: ''پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ'' لیکن یہ ہتھیار یکطرفہ نہیں چل سکتا۔ اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پاکستان میں عملی اور حقیقی طور پر موجود ہو تب ہی جوڑ جوڑا جا سکے گا۔ پاکستان میں اس وقت صورت حال یہ ہے کہ سیاسی قیادتیں باہم گتھم گتھا ہیں۔ کشمیر کے حوالے سے ہماری سنجیدگی کا عالم یہ ہے کہ کشمیر کمیٹی کی سربراہی ایک ایسے عالم دین کو دی گئی ہے جسے کشمیر سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ساری امت مسلمہ یہاں تک کہ غیر بھی کشمیریوں پر ظلم اور تشدد پر چیخ اٹھے ہیں۔ لیکن لاتعلق ہیں تو کشمیر کمیٹی کے چیئرمین۔ اس پر علی گیلانی بھی احتجاج کر چکے ہیں۔ بہرحال اگر پاکستان میں وہ نظام قائم ہو جائے جس کی پکار کشمیری لگا رہے ہیں اور اُس کے ثمرات سامنے آنے لگیں تو پھر کشمیر میں آزادی کی تحریک جو زور پکڑے گی بھارت کی پوری فوج اور کُل قوت بھی کشمیر میں لگا دی جائے گی تو بھی وہ اُسے کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا نہ صرف پاکستان کا مقدر سنور جائے گا بلکہ کشمیریوں کی آزادی بھی یقینی ہو جائے گی۔ جو لوگ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے راستے میں حائل ہیں دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو ایک طرف پاکستان کو مفلوج اور محتاج بنا رہے ہیں اور دوسری طرف بالواسطہ طور پر کشمیریوں پر ظلم وستم کا باعث بن رہے ہیں۔ کشمیری صرف اور صرف قوت سے آزاد ہوں گے اور مسلمان کو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا کسی اور ذریعے سے قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ آج یہ صورت حال ہمارے سامنے ہے کہ لبرل اور سیکولر پاکستان ایٹمی صلاحیت کا حامل ہونے کے باوجود تھر تھر کانپ رہا ہے۔ اور افغانستان جیسے ملک کو بھی جواب دینے کی سکت نہیں رکھتا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر افغان طالبان اللہ کی مدد حاصل کر کے امریکہ کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں تو ایٹمی پاکستان اسلام دشمن قوتوں کو کیوں نہیں پسپا کر سکتا۔ ضرورت نجی اور اجتماعی زندگی میں لا الٰہ الا اللہ کو اپنانے کی ہے۔ پاکستان اور کشمیری دونوں اگر لا الٰہ الا اللہ کے پیج پر نہیں آتے اور اگر یہاں قرآن اور سنت کو مکمل اور ناقابل چیلنج بالادستی حاصل نہیں ہوتی تو دونوں کا مقدر تباہی ہوگا۔ تحریک پاکستان کی کامیابی کے لیے جذبے اور نعرہ کی ضرورت تھی' تعمیر پاکستان اور استحکام پاکستان کے لیے اسلامی جذبہ کے ساتھ عملی اقدام اور خلوص کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆

کشمیر کا پاکستان سے رشتہ کیا؟

ڈاکٹر ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

''ہم کیا چاہتے ہیں؟ آزادی''۔ یہ وہ نعرہ ہے جو کشمیری نوجوان بھارت کے کشمیر پر غاصبانہ قبضے کے خلاف لگاتے ہوئے میدان میں نکلے تھے۔ مگر ستر سال سے ان کی جدوجہد آزادی نے انہیں سوچنے پر مجبور کیا کہ آخر ان کی یہ کوشش کامیابی سے ہم کنار کیوں نہیں ہو رہی ہے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ صرف آزادی کی بجائے اگر وہ اپنے مقصد زندگی کے حوالے سے بھارت کے ناجائز قبضے کے خلاف کوشش کریں تو بہتر نتائج نکل سکتے ہیں اور اگر فوری دنیوی کامیابی نہیں بھی ملتی تو اخروی کامیابی بہر حال یقینی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آزادی کے نعرے کے ساتھ یہ نعرہ بھی بلند کیا کہ ''پاکستان کے ساتھ رشتہ کیا؟ لا الٰہ الا اللہ''۔ ادھر اہل پاکستان نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کے ساتھ وفاداری نہیں نبھائی اور ستر سال بیت گئے ابھی تک اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہو سکی۔ اب تو یہاں کھلم کھلا لادینیت (Secularism) کا پرچار بھی ہو رہا ہے۔ کشمیریوں نے جب دیکھا کہ جس رشتے کے حوالے سے وہ پاکستان کے ساتھ اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں وہ رشتہ اہل پاکستان ختم کرنے کے درپے ہیں تو انہوں نے اپنے نعرے میں مزید تبدیلی کر لی ہے۔ حالیہ دنوں میں بھارتی مظالم کے خلاف کشمیریوں کی تحریک میں زبردست تیزی آئی ہے۔ بھارتی فوج کے ظلم وستم کی پرواہ کیے بغیر کشمیری لاکھوں کی تعداد میں کلمہ طیبہ والا پرچم اٹھائے سڑکوں پر نکل آئے ہیں اور جوش وخروش سے ''خلافت یا شہادت'' کے نعرے لگا رہے ہیں۔ خلافت وہ دنیوی ہدف ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے عمل صالح کی شرط کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے (سورۃ النور:55)۔ اس حوالے سے ہم اہل کشمیر کی خدمت میں درج ذیل گزارشات پیش کرتے ہیں:

1۔ ہدف کی یہ تبدیلی کہ خلافت یا شہادت اہل کشمیر کا یقیناً بہت مثبت اور قابل تعریف فیصلہ ہے۔ اس میں یہ اضافہ کر لیا جائے کہ اہل ایمان کا نصب العین دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا حصول ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب وقائم کرنے کی جدوجہد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس لیے آزادی کا دنیوی ہدف غلبہ واقامت دین معین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قیام پاکستان کی جدوجہد اسی مقصد کے لیے تھی کہ ایک آزاد اور خودمختار ملک میں اہل ایمان اپنا نظام حیات اسلامی خطوط پر استوار کر کے دنیا وآخرت میں سرخرو ہوں گے۔ اہل کشمیر کو بھی آزادی کا یہی ہدف اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

2۔ نظام خلافت کے قیام کا طریقہ کار نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ میں بتمام وکمال موجود ہے۔ اس طریقے کو اختیار کرنے سے ہی کامیابی ملے گی۔ اس کے نمایاں خدوخال چھ مراحل پر مشتمل ہیں۔ پہلا مرحلہ دعوت وتبلیغ کا ہے یعنی انسانوں کے سامنے کامیابی وناکامی کا واضح تصور پیش کیا جائے۔ توحید، رسالت اور آخرت پر یقین کامیابی کے وہ سنگ ہائے میل ہیں جن پر چل کر ہی حقیقی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ توحید خالص ہی کا تقاضا ہے کہ انسانی حاکمیت کی نفی کر کے اللہ کی زمین پر اللہ کے حکموں کے مطابق نظام قائم کیا جائے جس کا درست اور جامع عنوان خلافت ہے۔ دوسرا مرحلہ نظریہ توحید کو قبول کرنے والے افراد پر مشتمل جماعت کی تشکیل وتنظیم کا ہے۔ جس کا ایک امیر ہو۔ اہل کشمیر کی خوش بختی ہے کہ ان کے قائدین میں سید علی گیلانی جیسے درویش صفت مجاہد موجود ہیں۔ ساری حریت قیادت کو گیلانی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک جماعت کی شکل اختیار کرنی چاہیے۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ کڑوی گولی ہے مگر اس کے بغیر خلافت یا شہادت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ نبی ﷺ کی کامیابی کا اصل راز ہی یہ ہے کہ آپؐ نے سنگل قیادت کے تحت صحابہ کرامؓ کی جماعت ترتیب دی جس نے قلیل عرصے میں اپنا دنیوی ہدف بھی پا لیا اور ہمیشہ ہمیش کی کامیابی سے بھی ہمکنار ہوئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ تیسرا مرحلہ تربیت کا ہے۔ باطل سے لڑنے کے لیے اہل ایمان کو سب سے زیادہ جس تربیت کی ضرورت ہے وہ اخلاقی و روحانی تربیت ہے۔ اگر ان کے طرز زندگی اور باطل کے علم برداروں کے طور طریقوں میں فرق نہیں ہوگا تو اللہ کی نصرت وحمایت حاصل نہیں ہو سکے گی۔ اس کے بعد چوتھا مرحلہ عدم تشدد کا ہے، یعنی مخالفین کی ایذا رسانیوں پر صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا۔ اس میں اہل ایمان کا اصل ہتھیار تشدد کے جواب میں صبر محض ہے۔ ہم معذرت کے ساتھ عرض کریں گے کہ اہل کشمیر نے ماضی میں دوسروں کی دیکھا دیکھی وہ طریقہ اختیار کیا جس کی اسلام کے اخلاقی نظام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بھارتی فوج کے وحشیانہ مظالم کے جواب میں کہیں سے چھپ کر ان درندوں پر وار کرنے سے انہیں پوری بستی کو گھیرنے، جلانے کے علاوہ گھروں کے اندر گھس کر چادر وچاردیواری کے تقدس کو پامال کرنے کا قانونی جواز مل جاتا ہے۔ اس ضمن میں نبی ﷺ کی مکی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ آپؐ پر زیادتیاں کی گئیں لیکن آپؐ نے جوابی کارروائی نہیں کی۔ صحابہ کرامؓ کو مکے کی جلا دینے والی تپتی دھوپ میں لٹا کر تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا مگر وہ اپنے دفاع میں بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کیونکہ ان کو نبی ﷺ کا حکم تھا کہ **کفوا ایدیکم** (اپنے ہاتھوں کو باندھے رکھو)۔ ماریں کھاؤ، لیکن نہ ہی اپنے موقف سے ہٹو اور نہ ہی ہاتھ اٹھاؤ۔ دور جدید کے مفکرین نے اس مرحلے کے لیے Passive Resistance کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اس کے بعد پانچواں مرحلہ ہے جس میں اقدام اور چیلنج کیا جاتا ہے جو مناسب طاقت مہیا ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ آج کل اسے Active Resistance سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر پہلے پانچ مراحل صحیح طور پر طے ہوئے ہوں تو چھٹا مرحلہ مسلح تصادم کا ہے جو دو نتائج میں سے ایک پر اختتام پذیر ہوگا یعنی فوری کامیابی جس کا ظہور نظام خلافت کے قیام کی صورت میں ہوگا یا مسلح جدوجہد کے دوران اہل ایمان کو کچل دیا جائے گا اور وہ شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جائیں گے جو اہل ایمان کی اصل منزل ہے۔ ''شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن''۔ ہمارے کشمیری بھائی اسوۂ نبوی کی روشنی میں ''خلافت یا شہادت'' میں سے جس کا بھی انتخاب کریں گے۔ ان شاء اللہ کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ اہل کشمیر خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو بھارت کے حصے بخرے ہونا شروع ہو جائیں گے۔ خلافت کی برکات میں سے ایک یہ ہے کہ انسانوں کو مساوات کا پیغام ملے گا اور ذات پات میں تقسیم ہندوستان کی معاشرت ان مصنوعی حصاروں کو توڑ ڈالے گی اور یہ بھی امید کی جا سکتی ہے کہ سارے ہندو، سکھ اور دیگر مذاہب کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

☆☆☆

بیماری کی صورت میں سنت اعمال

سلمان انیس

نبی ﷺ کے پاک ارشاد کا مفہوم ہے: ’’مومن بندہ کا حال نرالا اور انوکھا ہے، اس کے سارے حالات اس کے لیے خیر کے ہیں اور یہ مومن کے علاوہ کسی کے لیے نہیں، اگر اس کو راحت پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے، پس یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔‘‘ (صحیح مسلم)

دینِ اسلام میں ہر موقع کی بھرپور رہنمائی موجود ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کی کامیابی کے ساتھ دنیا کی ہر پریشانی کا حل بھی ہے۔ یہاں چند سطور میں بیماری اور علاج کے متعلق سنت اعمال پیش کیے جا رہے ہیں جنہیں اگر یقین کے ساتھ کیا جائے تو ان شاء اللہ غیر معمولی فائدہ ہوگا اور یاد رکھیں کہ پیارے نبی ﷺ کی ادنیٰ سنت (اگرچہ کوئی سنت ادنیٰ نہیں، بلکہ سب ہی اعلیٰ ہیں، مگر نسبتاً ادنیٰ سنت) بھی سارے اولیاء کے تمام وظائف سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نماز: جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہو، سب سے پہلے اچھی طرح سنت کے مطابق (پانی کا اسراف کیے بغیر) وضو کرلیں اور دو رکعت نفل نماز خشوع وخضوع سے پڑھیں، یہ سب سے پہلا قدم ہے۔ ہر مشکل کے حل کا اور ہم اکثر یہیں فیل ہو جاتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے: ’’پانچ نمازیں جو ہم پڑھتے ہیں، وہ کیا کم ہیں؟‘‘ اس موقع پر پوری ہمت اور حوصلے سے شیطان کا مقابلہ کریں اور یہ سوچیں کہ اللہ کے نبی ﷺ کو جب کوئی سخت معاملہ درپیش ہوتا تو فوراً نماز کی طرف لپکتے۔ (مسند احمد)

پھر شیطان دوسرا حملہ یہ کرتا ہے کہ مولوی صاحب کو کہہ دو، وہ پڑھ لیں گے! کیا مولوی صاحب کا اللہ ہے، آپ کا نہیں؟ نبی ﷺ نے اس امت کے ہر مرد وعورت کو اللہ سے مانگنے اور لینے کا راستہ بتایا ہے اور خود بھی کرکے دکھایا، چنانچہ جنگ بدر کی سخت ترین گھڑی میں آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو میدان میں بھیجا اور خود اللہ کے حضور آہ وزاری میں مشغول رہے۔ (مستدرک)

دعا: یقین کے ساتھ، مطلب سمجھتے ہوئے، اللہ سے مانگیں گے تو ان شاء اللہ ضرور نفع ہوگا۔ حضور ﷺ کی بتائی ہوئی یہ چند دعائیں ہیں، ان کو خود بھی یاد کرکے مانگیں اور بچوں کو بھی یاد کرائیں اور مانگنے کی عادت ڈلوائیں۔

جسمانی دکھ، درد ہو تو اپنا دایاں ہاتھ تکلیف کی جگہ پر رکھیں اور 7 مرتبہ یہ کہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهَا (طبرانی)

بخار کے لیے یہ دعا پڑھیں

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ، مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ (سنن الترمذی)

پھوڑے پھنسی زخم کے لیے یہ دعا پڑھیں

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا (بخاری)

بیمار کی عیادت کے لیے جائیں تو پہلے یہ کہیں

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا (ترمذی)

اور پھر 7 مرتبہ یہ دعا مانگیں

اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَنْ يَّشْفِيَكَ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی مسلمان بندہ کسی ایسے مریض کی عیادت کرتا ہے، جس کی موت کا وقت نہیں آیا ہے اور یہ الفاظ کہتا ہے تو ضرور شفا ملتی ہے۔ (ترمذی) اور یہ پڑھ کر دم کریں:

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ (مسلم)

صدقہ: کچھ نہ کچھ صدقہ ضرور دیں۔ حدیث میں ہے: اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کیا کرو۔ (بیہقی) بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مزدوری کرتے تھے، تاکہ اس کمائی سے اللہ کی رضا کے لیے صدقہ کردیں۔ (مسلم)

اور بہتر یہ ہے کہ مستحق تلاش کرکے صدقہ دیں، بہرحال حسبِ استطاعت صدقہ دیں اور صاحبِ استطاعت حضرات اچھا اور زیادہ صدقہ کریں۔ جس طرح زندگی کے دوسرے معاملات تعلیم، ہسپتال، کھانے پینے کی اشیاء میں حسبِ حیثیت زیادہ اور اچھا خرچ کیا جاتا ہے، اسی طرح اللہ کی راہ میں بھی بہتر سے بہتر صدقہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے: ’’قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سوال کریں گے: بندے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، پر تُو نے نہیں کھلایا۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! بھلا میں آپ کو کیسے کھلاتا، آپ تو خود رب العالمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تجھے معلوم نہیں، میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، تو نے اسے نہیں کھلایا، اگر تو اسے کھلا دیتا تو (آج) اس کا بدلہ میرے پاس پالیتا۔‘‘ (مسلم)

سنت غذائیں برائے علاج

مندرجہ ذیل غذاؤں کے بارے میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے استعمال سے پہلے ماہر طبیب (ڈاکٹر یا حکیم) سے ضرور مشورہ کرلیا جائے، کیوں کہ بیماری اور موسم وغیرہ کے بدلنے سے دوا اور غذا کی تاثیر بدل جاتی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جو شرعی احکام ومسائل بتائیں ہیں، وہ تو سب کے لیے ہیں۔ سوائے اس کے کہ خود نبی ﷺ نے اس حکم کو کسی کے ساتھ خاص کیا ہو، البتہ جو آپ نے طبی رہنمائی کسی شخص کو دی، وہ اس کے لیے خاص ہے، اس معنیٰ میں کہ اگر کوئی دوسرا شخص بلا رہنمائی کے اسے استعمال کرے تو شاید موافق نہ آئے اور نقصان ہو جائے، اس صورت میں حدیث غلط نہیں کہلائے گی بلکہ منشائے نبوی نہیں سمجھا گیا۔ آگے ایک قصہ نقل کریں گے، جس میں خود نبی ﷺ نے طبیب ’’حارث بن کلدہ‘‘ کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔

شہد: قرآن پاک میں شہد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔‘‘ (نحل)

تَلْبِیْنَہ (دودھ آمیز غذا)

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تلبینہ بیمار کے دل کو راحت بخشتا ہے اور کسی قدر غم دور کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تلبینہ پکانے کا مختصر طریقہ

دودھ اور پانی میں 3,2 چمچ جو کا آٹا ملا کر اس کو پکالیں۔

کلونجی: اس میں موت کے سوا ہر بیماری سے شفا ہے۔(بخاری)

گشتِ شیریں: نبی ﷺ کا ارشاد ہے: گشتِ شیریں میں 7 بیماریوں سے شفا ہے، جن میں سے ادنیٰ بیماری ذات الجنب (پھیپھڑوں کی سوزش Pleurisy) ہے۔ایک اور حدیث میں ہے: تمہارے علاجوں میں سب سے بہترین علاج حجامہ اور گشتِ شیریں ہے۔(بخاری) شہد کے ساتھ ملا کر استعمال کریں، گلے کے لیے مفید ہے۔

حجامہ (پچھنے لگوانا cupping)

شبِ معراج میں نبی کریم ﷺ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتے، وہ آپ سے یہی عرض کرتے: اپنی امت کو حجامہ کا حکم دیجیے۔(ترمذی) اگرچہ یہ غذا نہیں، لیکن نام آ گیا تو ذکر کر ہی دیا۔

معالج سے رجوع کرنا

آخر میں ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ سے رجوع کرنا بھی سنت سے ثابت ہے، چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ میں بیمار ہوا۔ نبی کریم ﷺ عیادت کے لیے تشریف لائے اور اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا۔ میں نے آپ ﷺ کی ہاتھوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پھر فرمایا: تمہیں دل کی بیماری ہے۔قبیلہ ثقیف کا حارث بن کلدہ علاج کرتا ہے، اس کے پاس جاؤ، وہ مدینہ منورہ کی 7 عجوہ کھجوریں لے کر، انہیں گٹھلیوں سمیت پیس کر تمہیں پلا دے گا۔(ابوداؤد) اس طرح طبیب سے رجوع کرنا بھی سنت ہے، بالخصوص دوائی وغیرہ کے استعمال میں ماہر معالج سے ضرور مشورہ کر لینا چاہیے، لیکن اس سے پہلے مذکورہ اعمال کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

نامناسب الفاظ سے پرہیز

اس بات کی پوری کوشش کریں کہ بیماری کے دوران کوئی ناشکری یا شکوہ کا لفظ نہ نکلنے پائے، جس اللہ نے یہ بیماری بھیجی ہے وہ حکیم بھی ہے اور ہمارا خیر خواہ بھی۔ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے اور کسی بھی فیصلہ میں ذرہ برابر بدخواہی کا عنصر نہیں ہوتا، چنانچہ یہ سوچیں کہ میں جس حال میں ہوں، یہی حال میرے مناسب تھا اور اسی میں میری بھلائی تھی، اگرچہ میں اسے نہ سمجھ سکوں اور اگر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے یہ حال اور یہ کیفیت پسند فرمائی ہے تو مجھ بندہ وغلام کو اس مولا و آقا کی پسند پر کیا اشکال ہو سکتا ہے؟ میں اس کی رضا میں راضی ہوں۔ ان الفاظ کو ایسے موقعوں پر دہراتے رہنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ ناگواری میں یہ فرماتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (طبرانی)

حضرت علیؓ، اشعث بن قیسؓ کے بیٹے کی وفات پر تعزیت کے لیے تشریف لے گئے تو فرمایا: اگر تم نے صبر کیا تو تقدیر کا لکھا ہوا پیش آئے گا اور تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر تم نے بے صبری کی (اور گھبراہٹ کا اظہار کیا) تو بھی مقدر تو پیش آ کر رہے گا اور تم گناہ گار ہو گے۔(کنز العمال)

نبی کریم ﷺ جب مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

ترجمہ: کوئی بات نہیں، یہ تمہیں (گناہوں سے) پاک کر دے گا۔

ایک دفعہ آپ ﷺ ایک دیہاتی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور یہی دُعا پڑھی، اس پر اس دیہاتی نے کہا: اس نے کہا: پاک کرے گا، ہرگز نہیں! یہ تو دہکتا ہوا بخار ہے ادھیڑ عمر بوڑھے پر، اسے قبر تک پہنچا کر چھوڑے گا! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر ایسا ہی ہو گا۔''(بخاری) اس لیے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی مدد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سنت کا متبع بنائے اور ظاہری و باطنی بیماریوں سے شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ آمین! ☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''دفتر تنظیم اسلامی بلوچستان 370-2/12-2 بالائی منزل بالمقابل کوالٹی سویٹس، منان چوک، شاہراہ اقبال، کوئٹہ'' میں

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

28 تا 30 جولائی 2017ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء ونقباء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0346-8309749 / 081-2842969

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36316638-36366638(042)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''مسجد جامع القرآن مین روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا'' میں

30 جولائی تا 05 اگست 2017ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-9603045، 0300-9603577

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36316638-36366638(042)

بار بار حج کرنے والوں کے نام

نثار احمد خان

اسلام کا پانچواں رکن حج بیت اللہ ہے۔ ''وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا'' زندگی میں ایک مرتبہ ہر مسلمان پر حج کرنا فرض ہے بشرطیکہ اس کے پاس اتنا پیسہ ہو کہ آرام سے حج کے سفر کے اخراجات برداشت کر سکے اور اگر اس کے زیر کفالت لوگ ہوں تو اتنے عرصہ کا ان کا خرچہ بھی ان کو دے دیا جائے۔ ایک مرتبہ فرض حج ادا کرنے کے بعد جب بھی حج دوبارہ کیا جائے گا تو اس کا درجہ نفل کا ہوگا کیونکہ فرضیت حج ایک مرتبہ حج ادا کرنے کے بعد ساقط ہو جاتی ہے۔

اس عظیم عبادت میں بھی اکثر لوگ بڑی بے اعتدالیاں کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے نورانی اثرات زائل ہو جاتے ہیں۔ انہیں بے اعتدالیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کبھی انسان ایک حج فرض کر چکا ہے پھر بغیر والدین کی اجازت کے دوبارہ حج کو نکل جاتا ہے۔ یہ غلطی ہے اور کبھی ایسی حالت میں حج کو جاتا ہے کہ اس پر قرضہ و مظالم جمع ہیں۔ کبھی اس کی غرض اور نیت سیر و سیاحت کی ہوتی ہے۔ کبھی ایسے مال سے حج کرتا ہے جو حرام سے کمایا گیا ہو۔ کسی کو یہ شوق ہوتا ہے کہ لوگ اس کو لینے آئیں اور حاجی صاحب کے لقب سے پکاریں۔

بعض لوگ اس غرض سے بار بار حج کو جاتے ہیں کہ ان کے حج شمار کیے جائیں۔ چنانچہ اکثر کہتے ہیں کہ فضلِ خدا سے بیس حج مجھے نصیب ہوئے۔ بعض وہاں کی دربانی اور مجاوری سے ناموری چاہتے ہیں۔ بہت سے حج کرنے والے نمازیں چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی شے فروخت کریں تو کم تولتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہے کہ حج سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اگر کسی مالدار سے جو نفل حج یا عمرہ پر جا رہا ہے۔ یہ کہا جائے کہ بھائی حج اور تمام عبادتوں سے مقصود تو رضائے الٰہی ہے۔ تم اپنی یہ رقم جو حج یا عمرہ کے لیے رکھی ہے فلاں قرض دار کو دے دو جس سے وہ اپنا قرضہ اتار دے یا فلاں بیوہ کو دے دو کہ وہ یتیموں کی پرورش پر خرچ کرے یا اپنے غریب پڑوسی یا رشتہ دار کو دے دو کہ اس کی کچھ پریشانیاں دور ہو جائیں کہ ان نیک کاموں سے بھی اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے تو وہ مالدار اِس پر راضی ہو جاتے اِس کا امکان بہت کم ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حج کرنے والوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان دولت مندوں کو حج پر روپیہ صرف کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ وہ بار بار حج کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو بھوکا چھوڑ جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحیح فرمایا ہے کہ آخر زمانے میں بلاضرورت حج کرنے والوں کی کثرت ہوگی۔ سفر ان کو بہت آسان معلوم ہوگا۔ روپیہ پیسہ کی ان کو کمی نہ ہوگی۔ خود ریت اور چٹیل میدانوں کے درمیان گرم سفر ہوں گے اور ان کا پڑوسی کسی بلا میں گرفتار ہوگا۔ اس کے ساتھ وہ کوئی نیک سلوک نہیں کریں گے۔''

ایک حج پر جانے والے کا واقعہ

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بشر بن حارث کے پاس آیا اور کہا میرا حج پر جانے کا ارادہ ہے۔ آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟ انہوں نے کہا تم نے اس سفر کے لیے کتنا روپیہ رکھا ہے۔ اس نے کہا دو ہزار درہم۔ بشر نے پوچھا اس حج سے تمہارا مقصد کیا ہے۔ اظہار عبادت، شوق کعبہ یا طلب رضائے الٰہی۔ اس نے کہا طلب رضائے الٰہی۔ بشر نے کہا اچھا اگر میں تمہیں ایسی تدبیر بتا دوں کہ تم گھر بیٹھے اللہ کی بہترین رضا حاصل کر لو تو کیا تم اس کے لیے تیار ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں بخوشی تیار ہوں۔

بشر نے کہا اچھا تو پھر جاؤ۔ یہ دو ہزار درہم ایسے دس آدمیوں کو دے آؤ جو مقروض ہوں اور وہ اس سے اپنا قرضہ ادا کریں۔ ان میں جو فقیر ہو وہ اپنی حالت درست کرے۔ صاحب عیال اپنے بال بچوں کا سامان کرے۔ یتیموں کا منتظم یتیموں کو کچھ دے کر ان کا دل خوش کرے اور اگر چاہو تو ایک ہی ضرورت مند کو اپنا مال دے دو۔ اس لیے کہ کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا، کسی بے کس کی امداد، کسی مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنا، سو نفلی حجوں سے افضل ہے۔ جاؤ جیسا میں نے کہا ویسا ہی کرو۔ اس نے کہا شیخ سچی بات یہ ہے کہ مجھے تو حج کا رجحان غالب ہے۔ بشر یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا: ہاں، مال جب مشتبہ اور گندہ ہوتا ہے تو نفس تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اس کی خواہش پوری کی جائے اور شکل اعمال صالحہ کی دکھاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ میں صرف متقی لوگوں کے عمل قبول کروں گا۔ (احیاء العلوم)

دل بدست آور کہ حج اکبر است

گھر میں بیٹھے ہوئے شخص کا حج مقبول:

حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں یہ حکایت لکھی ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ (نصیر الدین چراغ دہلوی) فرماتے تھے کہ حج کے زمانے میں ایک بزرگ حطیم کعبہ میں عبادت میں مشغول تھے۔ انہوں نے سنا ایک فرشتہ دوسرے فرشتے سے پوچھ رہا تھا کہ اس بار کتنے لوگ حج کرنے آئے تھے؟ دوسرے نے جواب دیا۔ چھ لاکھ اور کئی ہزار۔ پہلے والے نے پھر پوچھا: کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا لیکن ایک شخص کے طفیل میں جو خود حج کو نہ آ سکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب حاجیوں کا حج قبول کر لیا اور سارے مبرور اور مقبول حج کا ثواب اس نہ آنے والے شخص کے نام لکھ دیا گیا ہے۔ پہلے والے فرشتے نے پوچھا وہ کون خوش نصیب شخص ہے؟ دوسرے نے جواب دیا وہ ایک غریب درزی ہے جو بغداد میں رہتا ہے اس کا نام خواجہ عبداللہ ہے۔

وہ بزرگ یہ مکالمہ سن کر بہت حیران ہوئے اور فوراً اس شخص سے ملنے کے لیے بغداد روانہ ہو گئے اور تلاش و جستجو کے بعد اس درزی سے ملے اور اس سے کہا اگر تم وعدہ کرو کہ جو بات میں تم سے پوچھوں، صحیح صحیح بتاؤ گے تو میں تم کو ایک بہت بڑی خوش خبری سناؤں گا۔ درزی نے وعدہ

کیا تو اس بزرگ نے وہ پورا مکالمہ جو فرشتوں کے درمیان اس کے بارے میں ہوا تھا بیان کیا اور کہا اب مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ تم نے کوئی سا ایسا عمل کیا تھا کہ گھر بیٹھے تمہارا حج نہ صرف مقبول ہوا بلکہ سب حاجیوں کے حج کا ثواب بھی تمہارے نامہ اعمال میں لکھا گیا۔

سفرِ حج کی رقم بھوکے ہمسائے کو پیش کر دی

وہ درزی بولا کہ مجھے اور تو کوئی نیک عمل یاد نہیں البتہ اس مرتبہ میں نے کچھ رقم حج کے لیے جمع کی تھی۔ میری بیوی جو حاملہ تھی اتفاق سے پڑوس کے گھر آگ لینے گئی تو وہاں اس نے دیکھا کہ کبوتر کا گوشت پک رہا ہے۔ اس نے پڑوسن سے کہا کہ پک جائے تو تھوڑا سا مجھے بھی بھیج دینا۔ اس نے منظور کر لیا۔ لیکن کافی دیر ہو گئی میری بیوی انتظار کرتی رہی مگر پڑوسن نے سالن نہیں بھیجا۔ میں نے اپنے ہمسایہ کو بلا کر اس سے شکایت کی۔ وہ کچھ دیر تک خاموش رہا۔ پھر میرے اصرار پر بولا کہ میرے یہاں تین دن سے فاقہ تھا۔ آج جب جان پر بن گئی تو ناچار کوڑے سے ایک مری ہوئی کبوتری اٹھا لایا تھا۔ وہی پکا کے ہم نے کھائی۔ آپ کے لیے چونکہ یہ جائز نہیں تھا اس لیے ہم کس طرح آپ کے لیے بھیج دیتے۔ بس یہ سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا کہ پڑوسی کا یہ حال اور مجھے خبر بھی نہیں۔ گھر آیا اور وہ سارا روپیہ جو سفرِ حج کے لیے رکھا تھا اس پڑوسی کے حوالے کر دیا۔ وہ بزرگ یہ واقعہ سن کر بہت روئے اور کہا سچ ہے اسی کام کی بدولت تمہیں یہ سعادت نصیب ہوئی ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

☆☆☆

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد اسرہ کلپانی (بونیر) کے ملتزم رفیق محترم محمد انور باچا وفات پا گئے
برائے تعزیت (بیٹا): 0332-9898675

☆حلقہ خیبر پختونخوا، نوشہرہ کے منفرد رفیق محترم راج محمد وفات پا گئے
برائے تعزیت (بیٹا): 0333-9340846

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

دعائے صحت کی اپیل

☆ مرکزی ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی اور ہفت روزہ ندائے خلافت کے مدیر محترم ایوب بیگ مرزا کے بیٹے حسن صدیق روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گئے ہیں۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے ان کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کی اپیل ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

برائے رابطہ: 0321-4893436

بانی تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کی (۲) نئی کتب

قلبِ قرآن
سورۂ یٰسٓ
کی مختصر تشریح
صفحات: 152، قیمت: 130 روپے

خطباتِ سیرت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
صفحات: 196، قیمت: 160 روپے

خود پڑھیے...... دوسروں کو تحفہ دیجیے!

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-35869501
maktaba@tanzeem.org

ضرورت رشتہ

☆لاہور میں رہائش پذیر، مقامی تنظیم (اندرون شہر) کے ناظم دعوت اور نقیب اسرہ کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم فل، صوم و صلوٰۃ اور شرعی پردہ کی پابند، خلع یافتہ (مگر دوشیزہ) کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ نکاح ثانی کے خواہاں حضرات بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0334-9751067

VOL : 26 **Regd. C.P.L NO. 114** No.28

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore